ISSN 2395 - 1494

بیادگار: الحاج حافظ محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اپریل ۲۰۲۱ء -/25

APRIL - 2021

خصوصی شمارہ

- روح و جسم کے طبیب اور جلوۂ سرکار ربانی
- سید غازی ربانی کی اتباع سنت اور تقویٰ و فتویٰ
- بندیل کھنڈ میں مفسر قرآن کی دینی علمی اور فلاحی سماجی خدمات
- بھارت کے مختلف علاقوں میں دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات
- سید غازی ربانی کی نعتیہ شاعری میں اصلاح معاشرہ اور عشق رسول

اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی دینی مذہبی علمی شان اور پہچان

خطابی دعوت، عمل کی تبلیغ، استقامت کی کرامت خدمت خلق، علم و دانش کی پرورش اور تعمیر و تصوف کی مجسم نمائندگی کا عنوان سید غازی ربانی

- خانوادۂ ربانیہ کا درخشندہ ستارہ حضرت مولانا سید غازی ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ مشاورت

سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آل رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

بفیضِ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

اپریل ۲۰۲۱ء

شعبان المعظم / رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

جلد — شمارہ

مجلسِ ادارت

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰/
تاحیات	۱۰۰۰۰/
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

نمبرشمار	نشانِ منزل	شرکائے سفر	منزلیں	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	محمد ظفرالدین برکاتی	اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی، علمی شان اور پہچان	۵
۲	شخصیت نامہ	مولانا سید شاہد ربّانی	مفسر قرآن ماہ وسال کے آئینے میں	۹
۳	انوارِ قرآن	مولانا ڈاکٹر سید محمود ربّانی	حضرت مفسر قرآن اور خوف خدا	۱۱
۴	انوارِ حدیث	مولانا سرفراز احمد ازہری	داعیانہ اوصاف اور سرکار غازی ربّانی	۱۴
۵	شرعی احکام	مولانا محمد ظہیر القادری مصباحی	قرآن واہل بیت اور حضرت مفسر قرآن	۱۸
۶	عقیدہ ونظریہ	ڈاکٹر محمد عرفان محی الدین قادری	حضرت مفسر قرآن بحیثیت مفسر وخطیب	۲۰
۷	شخصیات اسلام	پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی	خانوادہ ربّانی کا درخشندہ ستارہ مولانا سید غازی ربانی	۲۵
۸	نقوش رفتگاں	مولانا سید ابرار احمد حامد ربّانی	کیفیت قبل وصال، وفات حسرت آیات	۳۲
۹	ربّانی شخصیت شناسی	مولانا محمد توصیف رضا خان بریلوی علامہ سید کوثر ربّانی باندوی مولانا محمد شاکر علی نوری مولانا عبیداللہ خان اعظمی مولانا سید محمد محی الدین قادری مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی مجیب اشرف	علماومشائخ باندہ وبریلوی کے علمی روحانی روابط حضرت مفسر قرآن جلوۂ سرکار ربّانی مفسر قرآن کا جانا ملت کا عظیم خسارہ مفسر قرآن روح وجسم کے طبیب اک شمع جل رہی تھی سو وہ بھی خموش ہے خطاب برموقع عرس چہلم مفسر قرآن	۳۶
۱۰	اصلاح معاشرہ	مولانا شعیب اللہ قادری	بندیل کھنڈ میں مفسر قرآن کی دینی خدمات	۴۲
۱۱	معیارِ طریقت	مولانا محمد وسیم قادری مصباحی مولانا محمد شاہد حسین مصباحی مولانا محمد خیر الحسن نوری	سید غازی ربّانی بحیثیت مرشد کامل مفسر قرآن بحیثیت مرشد برحق سید غازی ربّانی علم وعمل کے پیکر	۴۵
۱۲	نقوش راہ	مولانا انیس احمد شمسی مولانا محمد اشرف رضا قادری مولانا محمد ریاض قادری	مفسر قرآن کی اصلاحی تبلیغی خدمات محسن سورت بحیثیت مبلغ اسلام ان کا ذکر خیر ہمارے مضمون کو قابل تعریف بناتا ہے	۵۱
۱۳	پس منظر	مولانا محمد فہیم القادری مولانا نور محمد قادری ربّانی مولانا محمد عادل نورانی	مفسر قرآن کا تقویٰ اور شریعت کی پابندی مفسر قرآن کا تقویٰ واتباعِ سنت حضرت مفسر قرآن کا تقویٰ	۵۵
۱۴	منظر نامہ	مولانا سید محمد امین القادری	مفسر قرآن زاہد عصر	۶۰
۱۵	بزم ادب	مولانا نور سعید مرکزی	سید غازی ربّانی کی نعتیہ شاعری	۶۳
۱۶	بزم سخن	مولانا سید خوشتر ربّانی باندوی مولانا محمد طاہر مصباحی عاصیؔ	مناقب درشان حضرت مفسر قرآن	۶۵

اداریہ

اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی علمی شان اور پہچان

خطابی دعوت، عمل کی تبلیغ، استقامت کی کرامت، خدمت خلق، علم ودانش کی پرورش اور تعمیر وتصوف کی مجسم نمائندگی کا عنوان سید غازی ربانی

محمد ظفر الدین بر کاتی★

جلسہ اور محفل کسی بھی شہر میں ہو، صورت حال جیسی بھی ہو لیکن اذان ہوتے ہی محفل اور مجلس ختم کر دیتے۔ خود بھی جماعت سے نماز ادا کرتے اور مریدین وحاضرین کو بھی نمازِ با جماعت کے اہتمام کا عملی طور پر حکم دیتے۔ غیبت اور حسد کو جتنا حرام اور برا سمجھتے تھے، اُتنا ہی ان سے سخت نفرت اور پرہیز کرتے، حسد کرنے والوں سے سخت نفرت کرتے اور غیبت کرنے والوں کی آپ کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔

جب سفر میں ہوتے تو قیام گاہ سے قریب کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے اور جب وطن میں ہوتے تو گھریلو مسجد میں نمازِ باجماعت کا باضابطہ اہتمام کرتے۔ کوئی جلسہ جلوس ہو کہ شادی کی تقریب، جماعت کو چھوڑنا کبھی قبول نہیں کیا۔ رمضان المبارک میں سفر نہیں کرتے بلکہ اپنی مسجد میں نماز تراویح کے بعد پابندی سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے اور مسلسل ۴۵ رسالوں تک آپ کا یہ عمل رہا۔

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دعوتی سنت پر بھی عمل کیا کرتے یوں کہ وطن سے جبل پور کے لئے چھوٹی لائن سے سفر شروع کرتے تو درمیان کے اسٹیشنوں پر بھی اتر جایا کرتے اور قریب کی آبادیوں میں درس حیات دیا کرتے، دوستانہ خطاب فرماتے، نیک عمل اور حلال روزی کھانے کمانے کی دعوت دینے کا وقت نکال لیتے۔ تقسیم ہند کے قریبی زمانے میں یہ عام معمول تھا۔ آپ کا مدفن اور اُخروی مسکن آپ کا قائم کردہ اسکول ہے جسے ''غارِ حرا'' کی نسبت سے بنایا ہے جہاں علم ودانش کی تعلیم وتدریس کا پہلا حکم الٰہی نازل ہوا۔

اپنے چند منتخب احباب اور خیر خواہوں کی نشان دہی کے مطابق اپنی جیب خاص سے اور خاموشی سے بیوہ اور ضرورت مند خواتین کی مالی مدد کرتے، بنیادی ضرورت کا سامان اور پورے ماہ کا راشن تیل گھر تک پہنچانے کی صوفیانہ روایت پر عمل کرتے، غریب بچیوں کی شادی کا پورا سامان فراہم کرتے لیکن آپ کے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی اور خبر ہوئی تو وصال کے بعد احسان مندوں کے بیان سے۔

اِن عالمانہ، داعیانہ، صوفیانہ، مدبرانہ، مبلغانہ اور مخلصانہ خوبیوں کے ساتھ آئندہ صفحات میں مذکور بہت سی خوبیوں کے مالک ۹۲ سالہ کامیاب زندگی گزار کر گزشتہ سال اپریل (۲۰۱۹ء) میں سفر آخرت پر روانہ ہونے والے بزرگ عالم دین کا نام ہے حضرت مفتی سید محمد مقصود قادری عرف سید غازی ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے والد محترم حضرت سید محمد عبد المعبود قادری تھے جو جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے استاذ تھے اور نعیمی علمائے کرام کے حلقے میں ''مولانا قاری'' سے معروف و مقبول تھے، جن کے دادا جان حضرت سید محمد عبد الرب قادری تھے جنہیں اہل نسبت عقیدت ومحبت سے ''سرکار ربانی'' کہتے ہیں۔

حضرت کی ذات اور شخصیت ہمیں اس لئے بھی بہت پسند آئی کہ آپ گھریلو مسجد میں نماز باجماعت کی پابندی کے ساتھ خدمت خلق کے خوگر تھے، اذان ہوتے ہی اپنی مجلس کو ختم کر دیتے اور نماز کے اوقات میں کسی بھی طویل وقتی اجلاس اور محفل کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے۔ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ ربانی خانوادہ کے موجودہ علمائے کرام آپ کی اِس مبارک سنت کو زندہ رکھیں گے اور گھریلو مسجد میں نمازِ با جماعت کا اہتمام کریں گے جس کو حضرت کی زندہ کرامت کے طور پر اُن کے صاحب زادہ گرامی بھی نے بیان کیا ہے۔

سچائی یہ ہے کہ ہم حضرت مفتی محمد مقصود سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ و الرضوان (ولادت: ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۰ رجون ۱۹۲۶ء۔ وصال ۹ شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵، اپریل ۲۰۱۹ء) سے پہلے واقف نہیں تھے، البتہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اپنے ہم جماعت مولانا حافظ محمد صباح الدین مصباحی کی زبانی بندیل کھنڈ کے ربانی خانوادے سے آگاہ ضرور

تھے کہ دارالعلوم ربانیہ اور حرا اسلامیہ انٹر کالج، باندہ (اتر پردیش) کے بانی کوئی بڑی علمی روحانی اور تعمیری شخصیت ہیں لیکن آج آپ کی حیات، خدمات، شخصیت اور کارنامے سے متعلق ماہنامہ ''کنزالایمان'' دہلی کے اِس خصوصی شمارے کی ترتیب وتہذیب کے ذریعے خوب واقف ہو گئے۔

آپ جانتے ہیں کہ چمبل کی گھاٹی اور جھانسی کے قریب خطۂ بندیل کھنڈ جو ایک سنگلاخ علاقہ ہے اور یہ علاقہ جغرافیائی طور پر مدھیہ پردیش اور اتر پردیش کا حصہ ہے۔ اُسی سنگلاخ علاقہ کے ضلع باندہ میں خانوادۂ ربانیہ کے مورث اعلیٰ حضرت استاذ السلطان مفتی سید دائم علی علیہ الرحمۃ والرضوان، والیِ باندہ نواب ذوالفقار علی کے استاذ کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے جو، استاذ السلطان سے مشہور ہوئے۔ خانوادۂ ربانیہ علمائے کرام ومشائخ عظام کا وہ علمی روحانی گھرانہ ہے جو کہ کم وبیش پانچ سو برس سے نسلاً بعد نسل ہندوستان میں دینی، تبلیغی، روحانی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اِس خانوادہ کے مشائخ عظام نے فتح پور، باندہ، جبل پور، حیدر آباد، بریلی وغیرہ علاقوں میں شریعت وطریقت کی خدمات کے لئے سکونت اختیار کی پھر خطۂ بندیل کھنڈ ضلع باندہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔

اداریہ کے اخیر میں شامل ''شجرہ نسب'' سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خانوادہ صحیح النسب حسینی سادات سے ہے اور نسبی نسبت مشہورِ زمانہ صوفی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ والرضوان سے رکھتا ہے۔ یہ مبارک خاندان بیک وقت شریعت وطریقت کا سنگم ہے جس کے علمائے کرام ومشائخ عظام نے دین وسنیت، تعلیم وتربیت، شریعت وطریقت کی بے لوث خدمت کی ہے اور دینی وعصری دونوں شعبہائے زندگی میں تعلیمی وفلاحی کارنامے انجام دیے ہیں۔

ابو العلماء حضرت مفتی محمد مقصود سید غازی ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان اُسی ربانی خانوادہ کے ایک بزرگ معروف ومقبول شخصیت ہیں جو عالم ربانی، ثانیٔ سرکارِ ربانی اور مفسر قرآن سے مشہور ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے کم وبیش ستر سال ملک کے مختلف علاقوں میں دینی تبلیغی، روحانی خدمات انجام دی۔ اپریل ۲۰۲۱ء کے اِس خصوصی شمارہ میں اسی بزرگ شخصیت کی حیات وخدمات پر منتخب مضامین ومقالات شامل ہیں۔ خانودہ ربانی اور حضرت مفسر قرآن کے جانشین مولانا سید شاہد ربّانی، ڈاکٹر مولانا سید ابرار احمد حامد ربّانی اور ڈاکٹر مولانا سید اسرار احمد محمود ربّانی صاحبان کی خصوصی توجہ سے یہ خصوصی شمارہ منظر عام پر آ رہا ہے اور مقالات ومواد کی فراہمی کے لئے مولانا ڈاکٹر محمد عرفان محی الدین قادری ربّانی نے خاص تعاون پیش کیا ہے، اس لئے اپنے پیر خانہ اور ہماری جانب سے عرفان محی الدین صاحب بطورِ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔

محب گرامی مولانا محمد عارف رضا اشفاقی نے آپ کی روحانی زندگی کے خوب صورت اور منفرد پہلو کا جو معلوماتی تعارف ہمیں ارسال کیا ہے، پہلے اُسے قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے پیش کرتے ہیں:

''حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کا سلسلۂ طریقت باندہ سے آج بھی جاری ہے۔ ہندستان کی معزز دینی مذہبی شخصیات میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا سید غازی ربانی قادری اسحاقی علیہ الرحمہ کا ہے۔ آپ نے جو دینی خدمات انجام دیں اس سے ایک جہاں روشن ہے۔ آپ نقوی سادات میں سے ہیں۔ آپ سے لے کر مولائے کائنات تک ولایت کا ایک سلسلہ ہے جو کہ نسب شریف سے ظاہر ہے۔ قادریہ مجددیہ کی مختلف شاخیں ہند و پاک میں رائج ہیں مگر محدث اعظم ہند حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی قادری عزیزی والی شاخ، باندہ کے بزرگوں سے جاری دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ سرکار غازی میاں کا سلسلہ طریقت، قادریہ مجددالف ثانی علیہ الرحمہ تک اِس طرح پہنچتا ہے:

سید غازی ربانی عن سید عبد الرب عن سید امانت علی شاہ عن شیخ التجوید قاری عبد الرحمٰن پانی پتی عن شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی عن شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عن شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی عن شاہ عبد اللہ عن شاہ آدم بنوری عن شاہ امام احمد ربانی مجدد الف ثانی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

حضرت قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: ۱۲۲۴ھ وصال: ۶ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ دوشنبہ) سفر حج میں شاہ اسحٰق محدث دہلوی کے ہم سفر تھے۔ باندہ کے نواب ذوالفقار الدولہ نے میزبانی کی اور اُنہی کے اصرار پر حضرت محدث دہلوی نے آپ کو باندہ میں قیام کرنے کے لئے حکم دیا پھر آپ نے باندہ میں سولہ سال قیام فرما کر اُسے کو علمی چمن بنا ڈالا۔ سرکار غازی میاں کے جد امجد کو محدث پانی پتی سے صرف شاگردی اور شرف تلمذ ہی حاصل نہ تھا بلکہ سلسلہ قادریہ مجددیہ اسحاقیہ کی اجازت وخلافت بھی حاصل تھی اور آپ کی بارگاہ میں منازل سلوک بھی طے فرمائے۔ سب سے پہلے میں نے محدث پانی پتی کا ذکر ''ملت راج شاہی'' میں پڑھا تھا اور آج اُن کے سلسلہ طریقت کو

رائج دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔

اہل طریقت خوب جانتے ہیں کہ ہریانہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم بزرگ قطب عالم میاں راج شاہ قادری سوندھوی (متوفی ۸ رمضان ۱۳۰۶ھ بروز جمعرات قبل صادق مزار شریف سوندھ شریف ضلع نوح میوات، ہریانہ) سے محدث پانی پتی کے، شیخ محدث دہلوی بہت متاثر تھے۔تصوف کے باریک مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرمایا کرتے۔محدث دہلوی جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے فقرا و اہل اللہ سے ملے۔ایک روز خانہ کعبہ میں ایک بزرگ عالم دین، بزرگان دین کے اوصاف بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ایسے آدمیوں کے یہ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نے یہ بیان سن کر فرمایا کہ میں نے اِن جمیع اوصاف سے متصف حضرت میاں راج شاہ سوندھوی کو پایا۔

(تذکرۂ نوری، ص ۱۷، ملت راج شاہی، ص ۱۲۵)

حضرت محدث پانی پتی اور حضرت سید محسن شاہ نواب سردھنہ (مرید حضرت میاں راج شاہ وخلیفہ مجدد وقت مولانا عبداللہ شاہ سوندھوی) کی ملاقات کا ذکر بھی ''ملت راج شاہی'' میں موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ آئندہ صفحات میں شامل مضامین کو پڑھنے کے بعد محسوس کریں گے کہ حضرت محدث پانی پتی کی سیرت کا پورا پورا اثر، سادات باندہ میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ سادات باندہ کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔آمین'' (عارف رضا)

خانوادۂ ربّانیہ کے دوسرے بزرگ حضرت مولانا سید مظہر ربانی عرف بڑے حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر مبنی کتاب ''حیات سیاح ایشیا'' میں مذکور ہے کہ باندہ کے ربّانی سادات، رضوی سادات ہیں یعنی حضرت امام رضا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا شجرۂ نسب ملتا ہے۔مولانا محمد نور الزماں مظہری نے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔

حضرت سید غازی ربانی کا علمی شجرہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے عالمیت اور فضیلت کی اعلیٰ دینی تعلیم بھارت کی قدیم درس گاہ مدرسہ عالیہ قادریہ مولوی محلہ بدایوں شریف میں ہوئی ہے اور حضرت مولانا عبد القدیر عثمانی بدایونی جیسے اکابر آپ کے استاذ رہے ہیں۔حضرت مولانا عبدالحامد عثمانی بدایونی کے صاحب زادگان حضرت مولانا عبدالقادر عثمانی اور حضرت مولانا زاہد القادری عثمانی آپ کے ہم سبق ہم جماعت تھے۔

دوسری خوش گوار بات یہ ہے کہ دورِ شباب وشہرت کے وقت جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں آپ کے والد محترم استاذِ تجوید وقرأت رہے ہیں اور آپ کی بسم اللہ خوانی مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین قادری نے فرمائی ہے۔یعنی ربانی خانوادہ تعلیم وطریقت دونوں اعتبار سے اعلیٰ نسبتوں والا خاندان ہے اور پھر آج کی شہرت ومقبولیت والی دانش گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے نسبت وتعلق یہ ہے کہ ربانی خانوادہ میں کئی ایک عزیزی چراغ روشن ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ عثمانی، نعیمی اور مصباحی نسبتوں کے اِس علمی تعلیمی گلشن کو آباد رکھے اور عزیزی اسحاقی مجددی قادری فیضان کو قائم ودائم رکھے۔آمین

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

اعتراف نامہ

خانقاہ قادریہ ربانیہ باندہ علاقہ بندیل کھنڈ ہندوستان کی ایک معروف خانقاہ ہے جس میں بہت سے باصلاحیت علمائے کرام پیدا ہوئے جنھوں نے دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ان میں ایک نام مفسر قرآن سید محمد مقصود معروف بہ غازی ربانی کا ہے۔آپ مبلغ، مرشد، مصنف ومولف، خطیب وواعظ اور بہت سے اوصاف وکمالات کے مالک تھے۔آپ کا ایک عظیم کام باندہ علاقہ بندیل کھنڈ کی سرزمین پر دارالعلوم ربانیہ کا قیام ہے۔برسوں تک آپ نے اس ادارے کے ناظم اعلی کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔اِس بے مایہ کو بھی دارالعلوم ربانیہ جانے کا موقع ملا ہے۔بڑی وسیع وعریض زمین پر یہ ادارہ قائم ہے۔مجھے اعتراف ہے کہ اِس ادارے کو بندیل کھنڈ میں مرکزیت حاصل ہے۔اِس دارالعلوم کے بلند پایہ عالم دین تلمیذ صدر الشریعہ حضرت مولانا سید مظہر ربانی علیہ الرحمہ سے کئی بار ملاقاتیں ہوئی ہیں اور علمی امور پر تبادلہ خیال بھی ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اِن بزرگوں کی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین

(مفتی) محمد نظام الدین رضوی، خادم تدریس وافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔۱۹ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ/ ۴ مارچ ۲۰۲۱ء

شجرہ نسب سلسلۂ قادریہ امانیہ ربانیہ

(مطابق سفرنامہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ انوار الاسلام پریس حیدر آباد، دکن ۱۳۱۲ھ)

- حضرت سیدی مرشدی مفسر قرآن مفتی سید محمد مقصود المعروف سید غازی ربّانی قدس سرہ العزیز باندہ
- ابن حضرت محبوب العلماء استاذ القرا مولانا قاری الشاہ سید عبد المعبود جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت امام المشائخ ابوالاحسن مولانا مرشدنا الحاج شاہ سید محمد عبدالرب المعروف باعلیٰ حضرت سرکار ربّانی رحمۃ اللہ علیہ جبل پوری ثم باندوی
- ابن حضرت شیخ اعظم مرشد افخم مولانا الحاج شاہ سید محمد امانت علی قادری فاضل گرامی فتح پوری ثم باندوی رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت استاذ العلماء علامہ زماں مولانا مولوی شاہ سید محمد دائم علی قادری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا صوفی شاہ سید محمد بشیر الدین صاحب عرف حضرت بساون میاں شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا صوفی شاہ سید محمد غیاث الدین عرف شاہ غیاثی صاحب شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید قطب الدین صاحب شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید محمد مشائخ صاحب شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید محمد کمال صاحب عرف حسین شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
- ابن حضرت مولانا شاہ سید محمد حسین صاحب عرف حسین میاں شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید عبداللہ صاحب شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید نصر اللہ صاحب شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید محمد معروف ملتانی ثم شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ، مورث اعلیٰ وجد اعظم سادات کرام قصبہ شاہ پور (ایرایاں)
- ابن حضرت مولانا شاہ سید ناصر الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید بندگی معروف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید ابواسحاق صاحب ملتانی (کیمیا نظر) رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید صدر الدین صاحب (راجو قتال) رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ وجانشین مسند خاص وبرادرِ خورد حضرت مولانا شاہ سید جلال الدین المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ)

- ابن حضرت مولانا شاہ سید احمد کبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید جلال الدین سرخ اعظم بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید علی المؤید بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید جعفر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید محمود بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سید احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سید عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام علی اصغر رضی اللہ عنہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام جعفر ذکی رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام علی نقی رضی اللہ عنہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام علی تقی رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت مولانا شاہ سیدنا امام علی زین العابدین (معروف بسجاد) رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت سید الشہداء تاجدار کربلا سیدنا ومولانا امام حسین رضی اللہ عنہ
- ابن حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم

بنت سید المرسلین خاتم النبیین حضور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ماہ وسال

حضرت مفسر قرآن، ثانی سرکار ربّانی، حضرت سید غازی ربّانی

اسم مبارک: سید محمد مقصود المعروف سید غازی ربانی۔ خانوادہ: حسینی سادات

القاب: ثانی سرکار ربّانی، مفسر قرآن، محسن سورت

والد بزرگوار کا نام نامی: محبوب العلماء، استاذ القراء حضرت مولانا شاہ سید محمد عبد المعبود قادری امانی رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ جامعہ نعیمیہ مراد آباد)

جد امجد کا اسم گرامی: شیخ المشائخ، حضرت سید محمد عبد الرب رحمۃ اللہ علیہ المعروف ''سرکار ربّانی''

سلسلۂ نسب: چونتیس (۳۴) واسطوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے

ولادت باسعادت: ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ/۱۰، جون، ۱۹۲۶ء بمقام رائے گڑھ، مدھیہ پردیش (اب یہ علاقہ چھتیس گڑھ میں آتا ہے)

ابتدائی تعلیم: والد ماجد سے حاصل فرمائی

اعلیٰ تعلیم: مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف سے سند فضیلت حاصل کی، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے۔قرأت کا کورس ۱۹۴۷ء میں تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے B.I.M.S کی ڈگری حاصل کی، الہ آباد بورڈ سے مولوی، عالم کی ڈگری حاصل کی

مشہور اساتذہ کرام: عاشق رسول حضرت علامہ عبد القدیر بدایونی علیہ الرحمہ، حافظ عبد العزیز صاحب، صرف ونحو مولانا اسماعیل سے اور تفسیر قرآن کی تعلیم مولانا مسعود صاحب سے حاصل کی

ہم سبق علماء: مولانا عبد الحامد بدایونی کے فرزند مولانا عابد القادری بدایونی اور مولانا زاہد القادری بدایونی جو تقسیم ہند کے وقت پاکستان چلے گئے

پہلا تبلیغی سفر: ۱۳۷۱ھ میں ممبئی کے لئے بغرض دعوت وتبلیغ پہلا سفر فرمایا

خلافت: ۱۳۷۲ھ میں اپنے جد امجد شیخ المشائخ حضرت سید عبد الرب المعروف ''سرکار ربّانی'' علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی

پہلا سفر حج: ۱۹۶۰ء میں حرمین شریفین کا پہلا سفر فرمایا

تدریسی خدمات: دار العلوم ربّانیہ باندہ میں درس نظامی کی کتب پڑھائیں، جامعہ عربیہ ناگپور میں بحیثیت مدرس ومعالج دو سال خدمت انجام دیں

تصنیف وتالیف: (۱) سرکار ربّانی (۲) تبرکات ربّانی (۳) ملفوظات مفسر قرآن (۴) بدعت فاتحہ اور اُس کے مسائل (۵) فردوس تخیّل (شعری مجموعہ) (۶) اسلامی شکشا (ہندی) (۷) ارکان خمسہ (ہندی) (۸) قانون شریعت سے اسلامی عقائد (ہندی) (۹) بزرگان دین کے جیون کی جھلکیاں (ہندی/اردو) (۱۰) پیغمبر اسلام کے تاریخی پاریچے (ہندی) (۱۱) ''تبلیغی جماعت کے عظیم الشان کارنامے'' پوسٹر کی شکل میں شائع فرمایا جس میں تبلیغی جماعت کا ردہے (۱۲) ''تبلیغی جماعت کو علمائے دیوبند نے بھی خلاف قرآن وحدیث قرار دیا'' پوسٹر کی شکل میں شائع فرمایا جس میں علمائے دیوبند کے وہ اقوال نقل فرمایا جو تبلیغی جماعت کے رد میں تھے۔

فتوی نویسی: دار الافتاء دار العلوم ربّانیہ باندہ یوپی سے آپ کے نوک قلم سے متعدد فتاوے جاری ہوئے اور تمام فتاوی حضرت مفسر قرآن کی تصدیق کے بعد ہی جاری ہوتے اور یہ فتاوے زیر ترتیب ہیں۔

خدمات: علاقہ بندیل کھنڈ کی سنگلاخ سرزمین کے شہر باندہ میں مرکزی ادارہ دارالعلوم ربّانیہ قائم فرمایا اور آخری عمر تک اُس ادارہ کے ناظم اعلی کی حیثیت سے بے لوث خدمات انجام دیں اور کبھی بھی حق تبلیغ وحق سفارت قبول نہیں فرمایا۔ عصری تعلیم کے لئے حرا اسلامیہ انٹر کالج قائم فرمایا۔

خطابت: بھارت کے طول وعرض میں بحیثیت واعظ وخطیب اپنی اصلاحی ودینی تقاریر کے لئے دورہ فرمایا ☆ ممبئی میں ایک ہی اسٹیج سے ۲۷ سال تک ماہِ محرم الحرام کے خطابات سے عوام الناس کو مستفیض فرمایا ☆ گجرات ضلع سورت میں پچاس سال تک تبلیغی دورے فرمائے، دین وسنیت کی خدمت انجام دیں اور اہل سورت انھیں ''محسن سورت'' سے یاد کرتے ہیں ☆ جنیر ضلع پونہ میں پچاس سال تک اپنے تبلیغی دورے فرمائے ☆ مدراس تمل ناڈو میں چالیس سال اپنے وعظ ونصیحت سے مریدین ومتوسلین اور عوام الناس کو دین وسنیت سے آگاہ فرمایا ☆ اس کے علاوہ کلکتہ، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، اتر پردیش چھتیس گڑھ، اُڑیسہ، کرناٹک کے دورے فرمائے۔

نکاح: ۱۹۵۱ء میں ازدواجی رشتے سے منسلک ہوئے۔

اولاد: (۱) حضرت علامہ سید منظر ربّانی علیہ الرحمۃ والرضواں (۲) حضرت مولانا سید شاہد ربّانی دامت برکاتھم العالیہ (سجادہ نشین) (۳) حضرت ڈاکٹر مولانا سید ابرار احمد عرف حامد ربّانی دامت برکاتھم العالیہ (۴) حضرت ڈاکٹر مولانا سید اسرار احمد عرف محمود ربّانی دامت برکاتھم العالیہ۔ دو صاحبزادیاں ہیں۔

وصال: ۹ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/اپریل ۲۰۱۹ء۔

آخری آرام گاہ: مرقد مبارک حرا اسلامیہ انٹر کالج کے کیمپس باندہ (یوپی) میں واقع ہے

(حضرت مولانا شاہد ربّانی، سجادہ نشین نے حضرت سید غازی میاں ربّانی کی روشن زندگی کا یہ مختصر تعارف پیش کیا ہے)

قطعات ماہ وسن وصال

سنِ رحلتش بگفت خوشتر ربّانی بہ مفسر قرآن غازی ربّانی

۲۰۱۹ء

قطعہ تاریخ وصال

عیسوی سن دو ہزار انیس پندرہ اپریل
عبد رب اور عاشق معبود کے جانی چلے

۱۵/اپریل ۲۰۱۹ء

چودہ سو چالیس ہجری شب تھی دس شعبان کی
جب سوئے جنت مفسر غازی ربّانی چلے

۱۰/شعبان ۱۴۴۰

انوار قرآن

حضرت مفسر قرآن اور خوف خدا

مولانا ڈاکٹر سید محمود ربانی★

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔
اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ان اولیاؤہ الاالمتقون ولکن اکثرھم لایعلمون۔ ترجمہ۔ اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں مگر اُن میں اکثر کو علم نہیں۔ دوسری طرف رب تبارک وتعالیٰ نے کچھ اس طرح اپنے ولیوں کی شان بیان کی ہے:

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف نہ غم۔

وہ کون لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ آگے اُن کی پہچان بیان فرماتا ہے: الذین آمنو اوکانو یتقون۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں یعنی سچے مومن مسلمان جو اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کو کما حقہٗ یقین کے ساتھ ماننے والے ہوں اور خدا سے ہر وقت ڈرنے والے ہوں دراصل وہی متقی ہیں۔ تقویٰ کے معنی ہیں ڈرنا یا بچنا۔ اس کے تین درجے ہیں:

ا۔ تقویٰ عوام۔ ناجائز چیزوں سے بچنا عوام کا تقویٰ۔ ۲۔ تقویٰ خواص۔ شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ۔ ۳۔ تقویٰ اخص الخواص۔ ماسوٰی اللہ سے علیحدہ ہوجانا اخص الخواص کا تقویٰ ہے۔

مندرجہ بالا تشریحات سے واضح ہوگیا کہ جو چیز رب سے غافل کرے اُس سے دور بھاگنا اُس کو رفع کر دینا، یہ اللہ والوں کی شان ہے۔

علامہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سات باتوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کا پتہ چل جاتا ہے (۱) اس کی زبان غلط بیانی، غیبت، چغلی، تہمت اور فضول گوئی سے محفوظ ہو۔ (۲) اس کے دل سے عداوت بہتان اور مسلمان بھائی سے حسد نہ ہو۔ (۳) اس کی نظر حرام کھانے پینے سے اور حرام لباس وغیرہ سے محفوظ رہے اور دنیا کی طرف لالچ کی نظر سے نہ دیکھے۔ (۴) اس کے پیٹ میں حرام غذا نہ جائے۔ (۵) جانب حرام دست دراز نہ کرے بلکہ حتی المقدور اُس کا ہاتھ اطاعت الٰہی کی طرف بڑھے۔ (۶) اس کا قدم اللہ کی نافرمانی میں نہ چلے بلکہ صرف اس کی اطاعت وخوشنودی میں رہے۔ (۷) عبادت ومجاہدہ انسان کو چاہئے کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرے ریاکاری منافقت سے بچتا رہے۔

پتہ چلا کہ جس میں یہ باتیں ہوں وہ یقیناً صاحب ایمان اور تقویٰ والا ہوگا، وہی اللہ کا ولی ہے۔ اب ہم اپنے ممدوح کی طرف رخ کرتے ہیں۔

والد ماجد شیخ طریقت آقائے نعمت محقق دوراں مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمد مقصود غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت کے بارے میں یہ بات مشہور زمانہ ہے کہ آپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی لوگ مثال پیش کرتے ہیں۔

چاہے گھر والے ہوں یا باہر والے، خاندان کے ہوں یا غیر خاندان کے، اپنے ہوں یا پرائے، چاہے مدارس کے اساتذہ ہوں یا طلبہ کی جماعت مرید ہوں یا غیر مرید جس نے بھی حضرت کو قریب سے دیکھا وہ آپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا قائل اور مدّاح بن گیا، جس کے تقویٰ پرہیزگاری کی ضمانت خود اس کے پیر و مرشد نے دی ہو تو اُس کے متقی ہونے پر شک کیا جا سکتا ہے؟ آپ کے مرشد حضرت سرکار ربّانی علیہ الرحمہ جن کی شان میں حضرت مفسر قرآن خود فرماتے ہیں کہ

کسی کو کیا خبر ہے کون ہیں سرکار ربّانی
قطب ہیں غوث ہیں ابدال ہیں سرکار ربّانی

جب سرکار ربّانی کی عمر شریف زیادہ ہوگئی اور آپ نے اپنے تبلیغی دورے کم کر دیئے تو شہر اٹاوہ یوپی کے آپ کے چاہنے والے مریدین کی بے قراری جب زیادہ بڑھی تو سرکار ربّانی کو خط لکھا کہ حضرت! ہم سب آپ کی زیارت کرنے بے قرار ہیں مگر آپ کی علالت اور ضعیفی کی وجہ سے آپ کا تشریف لانا مشکل ہے، اس لئے آپ اپنے خاندان کے کسی اپنے منتخب شخص کو بھیج دیں تاکہ ہم سب آپ کے نائب سے فیض و برکات حاصل کر سکیں۔ سرکار ربّانی کو جب یہ خط ملا تو آپ کی نگاہ نے مفسر قرآن کا انتخاب فرمایا۔ حکم دیا کہ بیٹا اٹاوہ جاؤ اور دین کی تبلیغ کرو! وہاں کے لوگوں کیلئے ایک خط تحریر فرما کر دیا۔ جب اہل اٹاوہ نے

حضرت کو دیکھا اور سرکار ربّانی کا خط پڑھا جس میں لکھا تھا کہ

''میں نے اپنے خاندان کے سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار نوجوان کو تمہارے پاس بھیجا ہے، یہ میرا خلیفہ اور میرے بیٹے کا بیٹا ہے، اس سے فیض حاصل کرو۔''

سبحان اللہ! جس کا پیر گواہی دے کہ میرا مرید متقی اور پرہیز گار ہے اُس کے متقی ہونے کا اِس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ حضرت کے بڑے بھائی خطیب الہند سرکار حضرت سید مظہر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے بمبئی کی سرزمین میں منبر رسول پر بیٹھ کر بیان کیا کہ غازی ربّانی میرا بھائی عمر میں مجھ سے کم ہے مگر واللہ تقویٰ میں مجھ سے آگے ہے۔تب ہی تو کسی عاشق نے کہا کہ

آپ کی باتیں اللہ اکبر آپ کا چہرہ نورانی
اہل طریقت نے دیکھا ہے تقویٰ سید غازی کا

فقیر کو حضرت نے اپنی شفقتوں اور قرب سے بہت نوازا ہے، والدہ ماجدہ کے انتقال پر ملال کے بعد یہ قرب اور زیادہ بڑھ گیا۔الحمد للہ تقریباً بیس سال سے زیادہ عرصہ حضرت کے ساتھ تبلیغی دوروں میں حضرت کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ہم نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا۔گھر میں سفر میں جلسوں میں قیام گاہ میں مریدوں کے درمیان تنہائی میں مگر حضرت کا ایک بھی عمل خلاف شرع یا سنت کے خلاف نہیں دیکھا۔حضرت شریعت پر بہت سختی سے عمل کرتے اور خلاف شرع کوئی بھی کام آپ کو برداشت نہیں تھا۔سرکار دو عالم ﷺ کی ایک ایک سنت پر عمل کیا کرتے اور اکثر فرماتے کہ

شادی ہو غم ہو یا موت ہو — سنت نبوی نہ ہر گز فوت ہو

آپ کا زیادہ تر وقت قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزرتا، چاہے گھر میں ہوں یا تبلیغی دوروں میں۔تلاوت قرآن سے شغف کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی حضرت سوتے ہوئے بھی قرآن پاک کی تلاوت فرمانے لگتے۔ایک دو آیت نہیں بلکہ بڑی بڑی سورتیں تلاوت کرتے مگر واللہ ایک بھی آیت غلط نہیں پڑھتے۔فقیر خود اس کا شاہد ہے۔نماز کی پابندی کا حال یہ تھا کہ جب تک مسجد جانے کی استطاعت تھی دیکھنے والوں کا قول ہے کہ حضرت کی تکبیر اولیٰ نہیں فوت ہوئی۔خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ہر عمل پر اس بات پر نظر رہتی کہ خدا راضی ہوجائے۔کوئی بھی کام ایسا نہ ہونے پائے کہ خدا کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے۔مجال ہے جو پیارے آقا ﷺ کی کوئی سنت چھوٹ جائے۔

شہر سورت گجرات کے پیر بھائی حاجی عبدالقادر ماسٹر نور محمد صاحب جو سورت میں جو حضرت کی خدمت میں رہا کرتے، انہوں نے اور دوسرے چند مریدوں نے مجھ کو بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت اور میں آٹو رکشہ میں سوار ہو کر تقریر کرنے کے لئے جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔آپ نے رکشہ والے سے کہا جلدی چلو۔رکشہ والے نے ایک بریکر یا گڈھے میں گاڑی کو ڈال دی جس سے حضرت غصے میں آگئے اور عصا جو آپ کے ہاتھ میں رہتا تھا اُس کو مار کر فرمایا ''تم کو نظر نہیں آتا، ایسے گاڑی چلاتے ہو'' عبدالقادر صاحب کا بیان ہے کہ رکشہ والا جس کا نام سلیم تھا حضرت کے جلال کو دیکھ کر ڈر گیا مگر خاموش رہا، وہ اسی محلہ کا رہنے والا تھا۔تقریر کے بعد دوسرے دن حضرت نے ہم کو بلایا اور حکم دیا جاؤ اُس رکشہ والے کو میرے پاس لے کر آؤ! جب ہم نے تلاش کیا تو وہ مل گیا ہم نے کہا حضرت نے تم کو یاد کیا ہے تو وہ ڈر گیا معافی مانگنے لگا اور حضرت کے پاس جانے کو تیار نہ ہوا۔ہم سب کے بہت اصرار کرنے پر ڈرتا ڈرتا مسجد میں آیا۔حضرت تاڑ والی مسجد (سلابت پورا سورت) میں تھے۔جب حضرت وظیفہ سے فارغ ہوئے اور ہم لوگوں کو بلایا اور پوچھا کہ رکشہ والا ملا؟ ہم نے عرض کی جی حضرت وہ آگیا ہے۔

آپ نے حکم دیا کہ اس کو میرے سامنے لاؤ جب وہ حضرت کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا ''چھڑی لاؤ'' اب کیا تھا رکشہ والا نے پسینہ چھوڑ دیا۔جب چھڑی حضرت کے سامنے پیش کی تو آپ نے چھڑی لے کر رکشہ والے سے فرمایا ''لو بھائی! میں نے تم کو چھڑی سے مارا تھا، اب تم بھی چھڑی سے مار کر اپنا بدلہ لے لو'' یہ کہہ کر حضرت نے چھڑی رکشہ والے کے سامنے کر دی۔اللہ اکبر! جتنے مریدین و معتقدین وہاں موجود تھے ہم سب یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے۔رکشہ والے نے کہا کہ حضرت غلطی میری تھی آپ مجھے معاف کر دیں۔حضرت نے فرمایا کہ نہیں غلطی میری ہے۔اب تم یا تو اپنا بدلہ لے لو یا معاف کر دو۔نہیں تو قیامت میں اگر میرے رب نے پوچھا کہ میرے بندے کو کیوں مارا تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟ میں قیامت کے دن کے حساب سے ڈرتا ہوں۔

جناب عبدالقادر صاحب کا بیان ہے کہ جتنے بھی لوگ وہاں موجود تھے سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔رکشہ والے نے عرض کی حضرت میں نے معاف کر دیا، آپ بھی مجھے معاف فرما دیں۔جب وہ مسجد سے

باہر نکلا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر جملہ تھا

''اتنا خوف خدا۔ اللہ اللہ''

آخری عمر شریف میں حضرت کے ساتھ چند سال رات میں سونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز کے وقت تک دعا ذکر واذ کار اور مناجات کرتے۔ دوران مناجات ایسی گریہ وزاری کرتے کہ حضرت کا جسم دیکھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ آپ اپنے رب کے پاس ایسے روتے جیسے ایک بچہ روتا ہے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑتا جس سے ریش مبارک تر ہوجاتی اور کبھی کبھی روتے روتے ہچکیاں بھی بندھ جاتی۔ اسی عالم میں فجر کا وقت ہوجاتا، اس منظر کو دیکھ کر کبھی کبھی میری آنکھوں میں آنسو آجاتے اور میں اپنے آپ سے بات کرتا کہ

اللہ اللہ جس کی ساری زندگی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے گزری، جس نے کبھی اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیا، جو ہر قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو بچاتا رہا، جس نے پوری زندگی تبلیغ دین میں گزاردی جس نے کبھی دنیا کی فکر نہ کی بلکہ خالق کائنات کے ذکر میں زندگی گزاری، جس نے ہمیشہ اپنی زبان کو غیبت اور چغلی سے محفوظ رکھا، جس کا دل محبت رسول کا گنجینہ بنا رہا، پوری زندگی اتباع رسول کرتے گزری، مصطفی جان رحمت کی ایک ایک سنتوں پر عمل کیا، آنکھیں خوف خدا سے بہتی رہیں، جس نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد کو دین حق کی دعوت دی، جو ہمیشہ مسلمانوں کا خیر خواہ رہا جو ہمیشہ حرام کھانے پینے سے بچتا رہا، جس کا قدم اللہ کی نافرمانی میں نہ چلا، جو اپنے آپ کو ریاکاری سے ہر وقت بچاتا رہا، جو غریبوں کا ہمدرد اور مددگار رہا، جس نے اپنی دولت اپنی ذات پر کم بلکہ مصطفی کے دین کی اشاعت میں زیادہ خرچ کی جس کے ہاتھوں ہزاروں ہزار نے توبہ کی، جس نے سخت بیماری میں بھی صبر اور شکر کا دامن نہیں چھوڑا، ان کا یہ عالم ہے کہ اب بھی خوف خدا سے لرزتے ہیں تو دل نے کہا

ارے نادان! یہ وہی خوش نصیب ہیں جن کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا: **لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع** جو شخص خوف خدا سے روتا ہے وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا، اس طرح جیسے کہ دودھ دوبارہ اپنے تھنوں میں نہیں جاتا۔ سبحان اللہ۔ رب تبارک وتعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی ۔ وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے، ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

اللہ اپنے متقی بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ان المتقین فی مقام امین۔ بیشک متقی امن والے مقام میں ہوں گے۔ پتہ چلا کہ متقی ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے متقی بندوں سے محبت فرماتا ہے: **ان اللہ یحب المتقین**۔ بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔ مفسر قرآن ایک زبردست عالم باعمل متقی پرہیز گار عاشق رسول تھے جن کی پوری زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کا بہترین نمونہ عمل رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی قبر انور پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ حضرت کے فیض کو عام سے عام تر فرمائے اور ہم غلاموں کو حضرت کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

بتا دوں گا حجاباتِ من و تُو کیسے اٹھتے ہیں
فنا ہو کر مجھے خاکِ درِ جاناں تو ہونے دو
میں خود اُن کی ولا میں مٹکے سب کچھ پاؤں گا غازیؔ
ذرا اِس خانۂ دل میں انہیں مہماں تو ہونے دو

☆☆☆

☆اسیر مفسر قرآن، خاک پائے مرشد، شہزادۂ مفسر قرآن، باندہ

انوار حدیث

داعیانہ اوصاف اور سرکار غازی ربّانی

مولانا سرفراز احمد ازہری★

دنیا کی دیگر اقوام کے مقابلے امت محمدیہ کا امتیاز یہ ہے کہ اُسے دعوت کیلئے چن لیا گیا۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم کرنا تھا اور قیامت تک آپ ﷺ کے دین کو باقی رکھنا تھا لہٰذا اُسے ساری امت تک پہنچانے کیلئے امت محمدیہ کو یہ ذمہ داری عطا کی گئی۔ اب یہی اِس امت کا مقصدِ حیات ہے، اسی وجہ سے اسے ''خیر امم'' کا لقب دیا گیا ہے۔ جب تک وہ اس کام کو انجام دیتی رہے گی نصرتِ خداوندی سے سرفراز ہوتی رہے گی اور جس دن دعوت کا کام چھوڑ دے گی ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہوجائے گی۔

دعوت ہر مسلمان کا دائمی فریضہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ہمہ وقت اس کیلئے کوشاں رہے۔ یہ دین کا قطب اعظم ہے اسی مقصد کیلئے نبیوں کی بعثت ہوئی۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس کی بساط لپیٹ دی جائے تو نبوت کا مشن مفلوج ہوکر رہ جائے گا، دین داری عنقا ہوجائے گی اور ہر طرف ضلالت وگمراہی پھیل جائے گی۔ قرآن کریم میں اِس پر بار بار زور دیا گیا ہے اور صلحاء کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ ہر طرح سے بھلائی کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں اور برائی کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

اللہ کا دستور ہے کہ جب تک کسی معاشرے میں اصلاح کا کام کرنے والے موجود ہوں اللہ تعالیٰ اُس آبادی کو تباہی وبربادی سے محفوظ رکھتا ہے: وما کان ربك لیهلك القری بظلم واهلها مصلحون۔ (سورہ ہود ۱۱۷) تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کردے اور اُن کے ضرور نیکی کی دعوت دیتے رہنا اور ضرور برائی سے روکتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے اور پھر تم دعائیں کرو لیکن وہ قبول نہ ہو۔ (سنن ترمذی شریف، ج ۲، ص ۳۹)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً یعنی تم میری طرف سے دوسروں کو پہنچاؤ اگر چہ ایک بات۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت فرما دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری شریف، کتاب الجہاد، باب غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دینا)

داعی کے اوصاف: جو خوش قسمت اور عقلمند لوگ اپنی زندگی کے مشن کو سمجھ لیں اور دعوت دین کا فریضہ سرانجام دینے کا عزم کرلیں ان کا پہلا قدم اپنی اصلاح ہے جب تک خود اُن کے اندر خاص صفات پیدا نہ ہو جائیں گی۔ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ دوسروں کے دل بدلنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص ذاتی طور پر نیک ہو، وہ لازماً اچھا داعی بھی ثابت ہوسکے۔ مثال کے طور ایک شخص بڑا دیانت دار اور امین ہے مگر ساتھ ہی ساتھ انتہاہی غُصیلا بھی ہے کہ ذرا ذرا سی خلاف طبع بات پر ناراض ہوکر ساتھیوں کی طرف سے دل میلا کرلیتا ہے۔ ایک انسان انتہاہی سچا ہے اور جھوٹ کے قریب بھی نہیں بھٹکتا مگر زبان کا کڑوا، مزاج کا سخت ہے اور سچ بولتے ہوئے بھی ایسا انداز اختیار کرتا ہے جو دوسروں کے سینے سے پار ہوجائے۔ ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے مگر مخالفتوں کو سہ کر معاف کر دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، ایک شخص دین سے قلبی محبت کرتا ہے مگر دین کی راہ میں کی جانے والی کوشش کے نتائج پر صبر نہیں کرتا۔

اس لئے ایک اچھا داعی بننے کیلئے ضروری ہے کہ جہاں ایک طرف وہ ذاتی طور پر نیک ہو وہیں اُس میں درج ذیل صفات بھی موجود ہوں:

اخلاص، فکر اسلامی، ایثار وقربانی، دولت علم، اچھی صحبت، استقامت، محبت رسول، بد مذہبوں سے دوری، خوش طبعی، باہمی اخوت، فکر آخرت، اعلیٰ ظرفی، اپنی اہلیت جتلانے سے اجتناب، بحث وتکرار سے پرہیز، غصے سے اجتناب، دوستانہ ماحول، مثبت سوچ، مخاطب کو سننا، مخاطب کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی، ہمدردانہ رویہ، براہ راست تنقید سے گریز، حکم کی بجائے گزارش، غمی وخوشی میں شرکت، تدریجی دعوت، خوش مزاجی ذاتی روابط، جدید ذرائع ووسائل کا استعمال، سائنٹفک طریقہ، انکساری وسادہ مزاجی،

اسلام کی آفاقیت وجامعیت کا تصور،نظم وضبط وباہمی تعاون، مذہب کے وقار کا لحاظ،موقع کی مناسبت، ماحول کی تبدیلی کا خیال،نفرت کی بجائے محبت،غیر متزلزل یقین،صبر وتحمل،لگن وشوق، پاکیزہ ماحول میں دعوت۔وغیرہ

اخلاص: داعی ومبلغ کی صفات میں سب سے اہم وبنیادی صفت اخلاص ہے کیونکہ بلا اخلاص کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں۔تبلیغ دین میں داعی کی ساری محنت صرف اس لئے ہونی چاہئے کہ اللہ ورسول راضی ہوجا ئیں دین اسلام سر بلند ہو،اس لئے نہیں کہ دنیا کی تعریف وتوصیف یا جاہ و منصب کا حقدار ٹھہرے۔ایسے داعی سے دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ وہ خود بھی عنداللہ ریا کاری کے جرم میں گرفتار ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے حساب کیلئے جس شخص کو بلایا جائے گا کہ لوگ اچھے ہوں۔اُس کے برعکس جب کسی آبادی کے لوگ برائی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور گردوپیش میں واقع ہونے والے منکرات سے بے پرواہ ہوجاتے ہیں جس کے نتیجے میں برائیوں کی کثرت ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آبادی کو ہلاک کردیتا ہے خواہ اس میں صلحاء واتقیاء موجود ہوں۔

دعوت دین کی تاکید اور فضیلت: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حدود اللہ پر قائم رہنے والے اور اُن کو توڑ دینے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی کے حصے آپس میں بانٹ لیے، اُن میں سے بعض کو اوپر والا حصہ ملا اور دوسروں کو نیچے کا۔جو لوگ کشتی کے نیچے کے حصے میں تھے انہیں جب پانی لینا ہوتا تو وہ اوپر والوں کے پاس سے گذرتے (انہوں نے سوچا کہ ہمارے بار بار اوپر جا نے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے) پس وہ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے حصے میں (کشتی میں) شگاف کے ذریعے پانی لے لیا کریں اور بار بار اوپر جا کر اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں (تو اچھا ہے) اب اگر اوپر والے انہیں ایسا کرنے سے نہ روکیں گے اور انہیں ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ اپنا یہ خطر ناک ارادہ پورا کرلیں تو شگاف کے ذریعے کشتی میں پانی بھر جائے گا اور اُسے ڈبودے گا اور پھر سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

(صحیح بخاری، ج ۱ ص ۳۳۹)

اس حدیث سے دعوت دین کی اہمیت اور ضرورت اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے۔کفر وشرک اور بداعمالیوں کو اپنانے والے درحقیقت اس دنیا کی تباہی وبربادی کا سامان ہیں جیسے کشتی کے نچلے حصے میں رہنے والے اپنے حصے میں سوراخ کر کے کشتی کو ڈبونے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اب اگر حق پرست لوگ برائیوں میں مبتلا انسانوں کو برائیوں سے روکنے اور راہ راست کی طرف لانے کی کوشش نہیں کریں گے تو پھر اُن کی بد عملیوں کے باعث جب دنیا میں مختلف اقسام کے فساد پھیلیں گے اور علاقے تباہ ہوں گے تو اُس سے صرف وہی لوگ مبتلائے مصیبت نہیں ہوں گے جنہوں نے برائیاں کی بلکہ وہ نیکوکار بھی تباہ ہوں گے جنہوں نے وہاں بود وباش اختیار کیا ہوگا۔

سنن ابوداؤد کی ایک حدیث کا حصہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ (ظالموں پر نازل کیے جانے والے) عذاب کو عام کر کے ان (ظلم سے نہ روکنے والوں) کو بھی اس کی لپیٹ میں لے لے۔

(سنن ابوداؤد، ج ۳، ص ۲۸۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں متعدد آیات نازل فرمائی:

ترجمہ: اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اُس سے نہ رکے اس لئے کہ تم اس سے ڈرسناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت۔ اے لوگو! اُس پر چلو جو تمہارے رب کے پاس سے اترا، اُسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔بہت ہی کم سمجھتے ہو۔(سورہ اعراف ۱، ۲، ۳)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور نصیحت سے اور اُن سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے اور جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

(سورہ نحل ۱۲۵)

ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں، زکوۃ دیں اور اللہ ورسول کا حکم مانیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔(سورہ توبہ ۷۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ایک وہ حافظ وقاری ہوگا اور ایک وہ جس نے راہ خدا میں قتال کیا ہوگا اور ایک مالدار شخص تو اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھے وہ

کتاب نہ سکھائی تھی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی؟ وہ جواب دے گا ہاں رب۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا علم کے مطابق تونے عمل کیا؟ قاری جواب دے گا میں تیری خوشنودی کیلئے ساری ساری رات اور دن کے اوقات مختلفہ میں آیات قرآنی میں مشغول ومصروف رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تلاوت آیات سے تیراارادہ یہ تھا کہ لوگ کہیں گے فلاں شخص قاری ہے اور یہ بات تجھے حاصل ہوگئی تھی۔ صاحب مال شخص کو بلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا میں نے تجھے رزق میں وسعت اور فراخی عطانہیں کی تھی؟ یہاں تک کہ میں نے تجھے کسی انسان کا محتاج نہیں رکھا؟ وہ کہے گا ہاں یارب، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا میرے دِیے ہوئے مال کوتو نے کس عمل میں صرف کیا؟ وہ کہے گا میں نے اس مال کے ساتھ صلہ رحمی قائم کی اور تیری راہ میں صدقہ وخیرات کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے فرشتے بھی اس کی تکذیب کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت تو یہ تھی کہ دنیا تجھے سخی وفیاض کے نام سے پکارے اور یہ چیز تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی۔ قتال کرنے والے شخص کو بارگاہ خداوندی میں لایا جائے گا۔ رب پوچھے گا تو نے دنیا میں کون سے نیک کام کیے؟ عرض کرے گا مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا تو جہاد میں مصروف ہوگیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ تو رب فرمائے گا تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اس کی تکذیب کریں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تجھے دلیر بہادر کہیں اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہوگئی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے گھٹنے پر مارا، فرمایا اے ابو ہریرہ! یہی وہ لوگ ہیں جن کو سب سے پہلے دوزخ میں پھینک کر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ بھڑکائے گا۔ (صحیح مسلم شریف کتاب الامارہ باب قاتل للریاء، ج ۲، ص ۱۴۰)

پڑھا آپ نے اُس شخص پر کتنا عذاب ہوتا ہے جو عمل خیر خلوص نیت کے ساتھ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مخلص بنائے۔ آمین

داعی اگر واقعی اِس رفیع الشان کام کی اہمیت کو سمجھتا ہو تو اُس کے دل میں خاکساری اور شکرگزاری کے جذبات روز بروز زیادہ ہی ہوتے ہیں اس کے لئے تو اتنا ہی سکون کافی ہے کہ رب العالمین نے اُسے اس قابل سمجھا کہ اس سے اپنے دین کی خدمت لی۔ فارسی کا ایک شعر

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازکہ بخدمت گزاشت

ترجمہ: اس بات کا احسان نہ رکھ کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے بلکہ بادشاہ کا یہ احسان مان کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کرنے دی۔

جب ہم اس میدان میں سرکار غازی ربّانی علیہ الرحمۃ کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ کیا اخلاص تھا، رضائے الٰہی کی خاطر کتنی محنت و مشقت، کبھی دن دیکھا نہ رات ہمیشہ اہل سنت والجماعت کی اشاعت کی فکر، رات کے جلسے ہوں یا آرام گاہ پر مریدوں کی محفل، افراد کی فکر بھی ہوتی اور فرد کی فکر بھی ہوتی۔ بس جو آیا اُسے سنوارا جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو جلسہ چند گنتی کے افراد پر مشتمل ہوا کرتا، آپ کے اخلاص نے اس جلسہ کو کثیر تعداد میں تبدیل کر دیا۔ کبھی افراد کی قلت پر جو مذاق بناتے آج وہی تعداد کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھے۔

نرم خوئی ونیک مزاجی: اخلاق کریمانہ اور ادائے دلبرانہ میں نرم خوئی کو ایک خاص مقام حاصل ہے لہٰذا داعی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق کا برتاؤ کرے تاکہ اس کی دعوت اثر انداز ہو اور وہ لوگوں کے دل ودماغ کو قبول حق کیلئے آمادہ کر سکے۔ یوں تو نرم مزاجی کی ہر جگہ اہمیت ہے تاہم دعوت وتبلیغ کے میدان میں اس کی زیادہ اہمیت ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ نرمی ہر چیز کو خوبصورت بنادیتی ہے جبکہ سختی ہر چیز کو داغ دار کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۲۲)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نرم مزاج ہے ہر چیز میں نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا نوازتا ہے جتنا سختی پر نہیں نوازتا۔
(مسلم شریف۔ ج ۲۔ ص۔ ۳۲۲)

حضرت نبی محترم ﷺ کی سیرت طیبہ میں نرمی اور محبت کے بے شمار نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایک نوجوان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا کہ آپ مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے (اتنا سننا تھا کہ) لوگ چیخ پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو اور میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اس سے پوچھا تم اس عمل کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ کہا نہیں آپ نے پھر پوچھا کیا تم اپنی بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کیلئے پسند کرتے ہو؟ اس نے ہر ایک سوال کے جواب میں نہیں کہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اُسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کیلئے نہیں پسند کرتے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست اقدس اس کے سینے پر رکھا اور دعا کی اے اللہ اس کے گناہ معاف کردے۔ اس کے دل کو پاکیزہ بنادے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ

فرما۔(المعجم الکبیر ۷۶۷۹)

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے کتنی نرمی اور محبت سے پورے معاملے کو حل کیا، اس کے دل و دماغ میں گناہ کا ارادہ تک ختم ہوگیا۔سرکار غازی ربّانی علیہ الرحمہ نے اس سنت مبارکہ کو اس طرح سے اپنے اندر اتار لیا تھا کہ گویا آپ کی فطرت کا حصہ ہو،صرف شہر سورت میں میلاد النبی ﷺ کے موقع پر پچاس سے زائد سال اہل سورت کو سرفراز فرماتے رہے،اگر آپ کے مزاج میں چڑ چڑا پن ہوتا تو ایک ہی شہر میں کبھی اتنے دنوں تک آمد و رفت کا سلسلہ جاری نہ رہتا،مریدین کا حلقہ جتنے دن ٹھہرتے زیارت کو بے تاب نہ رہتا، یہ ساری باتیں آپ کی نرم مزاجی پر دلالت کرتی ہے۔

صبر و استقلال: تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب بھی حق کی دعوت کیلئے اُٹھتا ہے اُسے مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔داعی کیلئے یہ وقت بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے کہ وہ تو عوام کا بھلا چاہتے ہوئے انہیں برائیوں کے عذاب سے بچانے کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور عوام کبھی اس کی نیت پر حملہ کرتے ہیں، کبھی اُسے جاہ پرست اور اقتدار کا بھوکا قرار دیتے ہیں کبھی اُسے پاگل مجنون اور بددین کے القاب سے نوازتے ہیں۔یہی نہیں بلکہ حتی الامکان اسے مالی اور جسمانی تکالیف کا شکار بھی کرتے ہیں۔سورت جیسی خشک وسنگلاخ زمین پر کام کرنے کے لئے آپ جیسے مردمجاہد کی ضرورت تھی جو صبر و استقلال کا پہاڑ بن کر وہابیت کے سامنے ڈٹ جائے اور یقیناً اہل سورت کے لئے ایسے پہاڑ بن گئے جو کبھی نہ ڈگمگایا اور اہل سورت آپ کی پناہ میں آکر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرتے رہے۔

تواضع وانکساری: تکبر تواضع کی ضد ہے جب تک انسان تکبر سے نہیں بچے گا اُس کے اندر تواضع پیدا نہیں ہوسکتی۔یوں تو انسانی اخلاق میں تواضع کی بے حد اہمیت ہے تاہم ایک داعی کیلئے اس کی اہمیت غیر معمولی ہے۔تواضع کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی قدر و قیمت کو پہچانتے ہوئے تکبر سے اجتناب کرے۔ہر انسان کے اندر اللہ نے کچھ کمالات رکھے ہیں کسی کو فہم وفراست کسی کو فضل وکمال کسی کو علم ومعرفت کسی کو مال ودولت کسی کو عہدہ ومنصب سے نوازتا ہے تاہم انسان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی چیز پر تکبر کرے۔انسان کو جن چیزوں پر غرور گھمنڈ ہوتا ہے اُن میں سرفہرست علم ہے۔

درس وتدریس،تحریر وتقریر،وعظ وارشاد،تصنیف وتالیف یہ وہ منافذ ہیں جن سے شیطان آسانی کے ساتھ اندر داخل ہوجاتا ہے۔داعی عام طور پر اُن مراحل سے گزرتا ہے لہٰذا اُس پر لازم ہے کہ وہ اس خطرناک مرض سے بچے۔داعی کو چاہیے کہ وہ ہر گفتگو کے بعد اپنے نفس کا جائزہ لے کہ کہیں اس سے اس کے اندر تکبر تو پیدا نہیں ہوا؟اس طرح اس کا دل ریا سے خالی ہوگا، اس کے اندر مزید شکر وامتنان کا جذبہ پیدا ہوگا۔

تواضع صرف اپنے بڑوں اور ہم عمروں کے ساتھ نہیں اختیار کرنا چاہئے بلکہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہئے،اگر کوئی آپ سے عمر میں چھوٹا یا رتبہ میں کم تر ہے تو آپ ہرگز اُس کو حقارت سے نہ دیکھیں۔تواضع کی علامت یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کو بڑا نہ سمجھے اس لئے کہ بسا اوقات بڑے سے بڑا عمل اللہ کے دربار میں رد کردیا جاتا ہے۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔(سورہ مائدہ ۲۷۵)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب تک دل میں تواضع نہ ہو،انسان کے اندر تقویٰ پیدا نہیں ہوسکتا اور بغیر تقوی کے کوئی عمل قابل قبول نہیں۔

سرکار غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی تواضع وانکساری کا ہی یہ نتیجہ ہوا کہ غیر بھی نہ صرف قریب ہوئے بلکہ توبہ واستغفار کے بعد اہل سنت و الجماعت میں شامل ہوئے۔اِن مذکورہ اصول کی روشنی میں سرکار غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی زندگی،آپ کے شب وروز جنہوں نے آپ کے ساتھ رہ کر دیکھے ہیں،وہ خود گواہی دیں گے کہ یہ خوبیاں آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی،آپ کے وصال مبارک کو قریباً سال گزرنے والا ہے لیکن اللہ سلامت رکھے آپ کے صاحبزادگان کو بالخصوص حضرت علامہ سید محمود میاں صاحب مدظلہ العالی کو جو شہر سورت کے لئے یقینا آپ کے سچے جانشین ہونے کا کردار ادا کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فیضان اہل بیت سے مالا مال فرمائے اور خاندان ربّانیہ کے فیضان کو عام اور تام فرمائے۔آمین

☆☆☆

☆ ناظم اعلی، دارالعلوم انوار رضا نوساری، گجرات

شرعی احکام

قرآن واہل بیت اور حضرت مفسر قرآن

مولانا محمد ظہیر القادری مصباحی

اللہ رب العزت نے ہمارے آقا حضور سید المرسلین ﷺ کو ختم نبوت کی شان عطا فرما کر قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے سراپا ہدایت، نورِ ہدایت اور صراطِ مستقیم بنا دیا۔ خود رب العالمین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (سورہ شوریٰ۔ آیت ۵۲) بے شک تم ضرور سیدھی راہ دکھاتے ہو۔

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا (سورہ انعام آیت ۱۵۳)

یہ ہے میرا سیدھا راستہ۔ (کنز الایمان)

حضور سید عالم ﷺ کو ہادی، نور، صراط مستقیم بنا کر رب العالمین نے ذات مصطفی ہی کو قیام قیامت تک اپنی طرف سے اپنے بندوں کو دی جانے والی ہر خبر کا مرکز اور منبع بنا دیا۔ آگے حضور سید المرسلین ﷺ نے تقسیم ہدایت کے لئے اپنی امت میں مختلف نمائندگان کی نشاندہی فرمائی جن میں سے دو بہت عظیم ہیں: ایک قرآن مجید، دوسرے اہل بیت اطہار۔ اِن دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنے پر سرکار دو عالم ﷺ نے گمراہ نہ ہونے اور دین پر قائم رہنے کی بشارت عطا فرمائی۔

عن زید بن ارقم قال: قال رسول الله ﷺ یوما فینا خطیبا بماء یدعی: خما بین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه ووعظ وذکر ثم قال: اما بعد الا ایها الناس فانما انا بشر یوشك ان یأتی رسول ربی فأجیب أنا تارك فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال: واهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی۔ (صحیح مسلم)

عن جابر قال: رأیت رسول الله ﷺ حجته یوم عرفه و هو علی ناقة القصواء یخطب سمعته یقول: یایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به من تضلوا:

کتاب الله وعترتی اهل بیتی۔ رواه ترمذی

حضرت زید بن ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم میں خطاب فرمانے کھڑے ہوئے اس چشمہ کے قریب جسے خم کہا جاتا ہے جو مکہ مدینہ کے درمیان واقع ہے (اُسے غدیر خم بھی کہتے ہیں) تو اللہ کی حمد وثنا کی، وعظ ونصیحت فرمائی اور فرمایا کہ اے لوگو! خبر دار میں بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آجائے میں اس کا بلاوا قبول کرلوں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تم اللہ کی کتاب لو اُسے مضبوط پکڑو پھر کتاب اللہ پر ابھارا اُس کی رغبت دی پھر فرمایا کہ میرے اہل بیت۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے حج میں عرفہ کے دن دیکھا جب کہ آپ اپنی اونٹنی قصواء پر ارشاد فرما رہے تھے، میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک تم اُن کو تھامے رہو گے گمراہ نہ ہوگے: اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت۔

اِن دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے آقا حضور سید عالم ﷺ نے قرآن واہل بیت دونوں کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم عطا فرمایا کہ بیک وقت دونوں کو مضبوطی سے تیار رکھنے میں اور اُس میں عقائد و اعمال دونوں کی اصلاح موجود ہے۔ جو قرآن کو مان کر عظمت اہل بیت کے منکر ہوئے وہ خوارج کہلائے اور جو اہل بیت کی محبت کے مدعی تھے لیکن قرآن کو ناقص مانے وہ روافض ہو گئے۔ اہل حق بالیقین اہلسنت والجماعت ہیں جنہوں نے قرآن واہل بیت دونوں کا دامن تھام رکھا ہے۔ ہمارے آقا نے ارشاد فرمایا: ما ان اخذتم به من تضلوا۔ (ترمذی) ما ان تمسکتم به من تضلو ابعدی۔ (ترمذی) کہ اگر تم اُسے تھامے رہو تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔

اس مقام پر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بڑی پیاری بات رقم فرمائی ہے: فرماتے ہیں خیال رہے کہ کتاب اللہ میں سنت رسول اللہ بھی داخل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شرح اور اُس پر عمل کرانے

والی ہے۔سنت کے بغیر کتاب اللہ پر عمل ناممکن ہے۔(مرأۃ) پتہ چلا بحیثیت تشریح وتوضیح سنت رسول اللہ بھی کتاب اللہ کے ساتھ ملحوظ ہے۔

کتاب اللہ اور اہل بیت کی عظیم معیت کی شان سرکار نے یوں بیان فرمائی:من یتفر قا حتی یرد علی الحوض۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کے میرے پاس حوض پر آجائیں۔اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ قرآن اور اہل بیت آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، اہل بیت ہمیشہ قرآن وحدیث پر عامل رہیں گے، قرآن اُن کے دل ودماغ اور عمل میں رہے گا۔ دوسرے یہ کہ قرآن اور اہل بیت کبھی مجھ سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ یہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں گے اور حضور کی بارگاہ عالی میں ان کی سفارش کریں گے جنہوں نے ان دونوں کا حق ادا کیا۔

اہل بیت ہمیشہ قرآن پر عامل رہیں گے اور قرآن ان کے دل ودماغ اور عمل میں رہے گا۔حضرت مفسر قرآن کو جن آنکھوں نے دیکھا ہے اور جنہیں ان کی صحبت کا شرف ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کے اس جملے کی کامل عملی تصویر حضرت مفسر قرآن تھے جنہیں دیکھ کر جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا جو کسی ”ربّانی“ کو دیکھنا چاہے وہ ”سید مقصود غازی ربّانی“ کو دیکھ لے۔

قرآن مجید میں بھی یہی مذکور ہے کہ جو ربّانی ہوگا اُس کا رشتہ کتاب اللہ بلکہ تعلیم کتاب وحکمت سے نہایت مضبوط ہوگا۔ کونوا ربّانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون۔ کتاب اللہ کی تعلیم وتدریس کی بنیاد پر ربانی ہو جانے کا حکم دیا اور مفسر قرآن پوری زندگی اِس حکم ربی پر عمل کرتے رہے۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں میں، مختلف صوبوں کے مختلف اضلاع اور دیہات میں تعلیم وتدریس زندگی کی آخری سانس تک جاری رہی۔قرآن سے آپ کی گہرائی وابستگی کا عالم یہ تھا کہ کثرت مصروفیت کے باوجود بھی روزانہ دو ڈھائی گھنٹے تلاوت قرآن میں گزارتے اور قرآن اُن کے دل ودماغ پر اِس قدر چھایا ہوا تھا کہ حالت نیند میں بھی پوری پوری سورت مخارج کے ساتھ پڑھتے ہوئے نظر آتے۔ سچ فرمایا ہمارے آقا حضرت سید عالم ﷺ نے :لَنۡ یَّتَفَرَّقَا قرآن اور اہل بیت جدا نہ ہوں گے۔ بلاشبہ بالیقین حضرت مفسر قرآن اہل بیت کے وہ فرزند فرید تھے کہ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ قرآن سے جدا نظر نہیں آتا۔

دنیا سے کنارہ کشی اور سخاوت یہ عظیم وصف روزِ اول ہی سے اللہ رب العزت نے اہل بیت اطہار کو ودیعت فرمایا۔صدرالافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صحت یاب ہونے پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی۔ نذر پوری کرنے کا وقت آیا تو سب صاحبوں نے روزے رکھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن کا پکایا۔ جب افطار کا وقت آیا۔روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز ایک مسکین، ایک روز اسیر، ایک روز یتیم آیا تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔اہل بیت کی اسی سخاوت کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں کیا ہے:

ویطعمون الطعام علیٰ حبّہ مسکیناً وّیتیماً وّ اسیرًا ۔
انّما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزآء وّلاشکورا۔

کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو اُن سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔(پ۲۹، سورہ دھر)

قطب الاسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے معین الملۃ والدین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد سنا کہ وہ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی کے یہ گرانقدر کلمات نقل فرما رہے تھے کہ اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے: سخاوت، شفقت اور تواضع۔ دریا جیسی سخاوت، آفتاب جیسی شخصیت، زمین جیسی تواضع۔(دلیل العارفین)

صبر وتوکل، فقر وغنا، ذکر ومراقبہ، اخلاص وایثار، تطہیر وتزکیہ، تسبیح وتہلیل، ریاضت ومجاہدہ، سوزِ قلب، خدمت خلق، جذبہ طلب رضائے الٰہی واتباع سنت نبویہ، ان میں سے کون سا وصف ایسا ہے جس میں حضرت مفسر قرآن یکتائے روزگار نہ رہے ہوں۔

☆☆☆

عقیدہ و نظریہ

حضرت مفسر قرآن بحیثیت مفسر و خطیب

ڈاکٹر محمد عرفان محی الدین قادری ربانی★

قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اس کی آیات میں غور و فکر اور تدبر کرنا، اس کے احکام پر عمل کرنا اور ان کو عام کرنا یہ سب کچھ دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہی نہیں بلکہ ایک منصبی فریضہ ہے، جن علماء نے قرآن مجید کے معانی و مفاہیم کی وضاحت اور اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا، انھیں مفسرین کہا جاتا ہے اور اُن کی خدمت کو تفسیر القرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مفسر قرآن حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا بڑا حصہ قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم میں گزرا ہے، جن کے شب و روز قرآن کریم کے اسرار و رموز سمجھنے سمجھانے میں بسر ہوئے ہیں، اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اور قیمتی لمحات کتاب الٰہی کے فروغ اور اس کی تعلیمات اور پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے میں گزرے ہیں۔ حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی زندگی وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا کی عملی تفسیر تھی، کیونکہ جہاد صرف تلوار سے ہی نہیں بلکہ علمی و فکری اسلحہ سے بھی لڑا جاتا ہے اور اس کا انداز و طریقۂ کار ہر جگہ اور ہر وقت ایک جیسا نہیں ہوتا بلکہ حالات اور ضروریات کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے، وہ عملی انداز کا بھی ہوتا ہے اور علمی و فکری انداز کا بھی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اِس جہاد بالقرآن کی تشریح فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''قرآن حکیم میں جہاں جہاد بالسیف کا تذکرہ ہے جو جہاد کی سب سے اعلی و ارفع قسم ہے، وہیں علمی و فکری جہاد کا بھی تذکرہ آیا ہے، ارشادِ گرامی ہے: وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا یہ رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ ان لوگوں کے خلاف یعنی کفارِ عرب کے خلاف قرآن مجید سے جہاد کریں، یہاں اس جہاد کو جہاد کبیر قرار دیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے ذریعہ سے جو جہاد کیا جائے گا وہ جہاد کبیر بھی کہلائے گا۔ یہ جہاد بالقرآن وہ جہاد ہے جس کے نتیجہ میں مجاہدین کی ایک پوری نسل تیار ہوتی ہے، اس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ کی ایک مضبوط علمی فکری اور روحانی بنیاد اُستوار ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے جسم خاکی نہیں بلکہ روح و قلب فتح ہوتے ہیں، تلوار کی جہاد سے لوگوں کی گردنوں کو فتح کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کے ذریعہ سے جو جہاد کیا جاتا ہے اس سے لوگوں کے دل، ان کی روحیں اور اُن کے قلب و دماغ متاثر ہوتے ہیں اس لئے بجا طور پر یہ جہاد کبیر کہلائے جانے کا مستحق ہے۔'' (محاضرات قرآنی، ص: ۱۵)

اِس مختصر سے مضمون میں مفسر قرآن علیہ الرحمہ کے رسائل اور ملفوظات شریفہ میں جہاں جہاں آیات قرآنیہ کی تفسیر و تشریح ملتی ہے اس کو پیش کرنا مقصود ہے۔ حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی یہ معمول تھا کہ ماہ رمضان المبارک میں بعد نماز تراویح اپنے وطن مالوف باندہ شریف میں قرآن کا درس دیا کرتے اور قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے۔ یہ سلسلہ ہر سال ماہ رمضان میں تا دم حیات چلتا رہا۔ اسی تفسیر قرآن کی جھلکیاں حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں نظر آتی ہیں جسے شہزادۂ مفسر قرآن ڈاکٹر علامہ سید محمود ربّانی دامت برکاتھم القدسیہ نے ترتیب دی ہے۔ ملفوظات میں مفسر قرآن علیہ الرحمہ کا تفسیری اسلوب، خطیبانہ اسلوب دونوں نظر آتے ہیں۔

بحیثیت مفسر: حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کے تفسیری اسلوب کی ایک جھلک انہی کے مرتب کردہ رسالہ ''بدعت فاتحہ اور اُس کے مسائل'' میں نظر آتی ہے۔ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں ''اہلال کے معنی'' آواز بلند کرنا ہیں، مشرکین عرب اپنے معبودوں کے لئے جانور ذبح کرتے وقت آواز بلند کرتے تھے۔ اِس آیت کریمہ کا فاتحہ میں شامل کی جانے والی اشیائے خورد و نوش کو حرام ثابت کرنے کے لئے تلاوت کرنا'' مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ'' والی نادانی کے سوا اور کیا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب، اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اس کا کھانا جائز ہوجاتا ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ حرام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھئے کہ اگر کوئی مسلمان

جان بوجھ کر ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہے یا خدا کے سوا۔کسی کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔اس حلت وحرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا تو وہ حرام ہو گیا اور مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو کسی مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کر دیا تو حلال ہو گیا۔بوقت ذبح نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ ذبح سے آگے پیچھے کی زندگی میں۔اگر کوئی جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح اللہ کے نام پر ہوا تو حلال ہو گیا اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر بوقت ذبح غیر خدا کا نام لیا گیا تو حرام ہو گیا۔''

(بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل:ص،۳۷)

اِس اقتباس کے استدلال میں حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے مفردات قرآن علامہ راغب اصفہانی،تفسیر بیضاوی،تفسیر جلالین،تفسیر کبیر،تفسیرات احمدیہ،تفسیر مدارک،تفسیر حسینی کی تفاسیر کا لب لباب بیان فرمایا۔مفردات قرآن کی عبارت نقل فرمایا ہے:

قوله وما اهل به لغير الله اى ماذكر ما اهل به لغير الله عليه غير اسم الله وهو ما كان يذبح لأجل الأصنام۔

یعنی وہ جس پر خدا کے نام کی بجائے غیر کا نام ذکر کیا گیا وہ جانور ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر بیضاوی شریف کی عبارت سے مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے یہ ثابت فرمایا کہ یہاں پکارنا سے مراد بوقت ذبح پکارنا مراد ہے:

اى رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات و العزى عند ذبحه یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کے وقت کہتے تھے:**باسم اللات والعزى** (لات وعزی بتوں کے نام سے)''مفسر قرآن نے تفسیر کبیر کی عبارت کو نقل کیا ہے اسی معنی کو بیان کرنے کے لئے۔**وكانو يقولون عند الذبح باسم اللات والعزى فحرم الله تعالىٰ ذلك** یعنی اہل عرب ذبح کرتے وقت کہتے تھے **باسم اللات والعزى** (یعنی لات وعزی بتوں کے نام سے)تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا۔''

اسی معنی کو بیان کرنے کے لئے مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے حضرت ملا جیون علیہ الرحمہ کی تفسیر تفسیرات احمدیہ کا حوالہ تحریر کیا ہے:**معناه ماذبح به الاسم غير الله مثل اللات والعزى واسماء الانبياء** یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو مثلاً لات وعزی اور انبیاء کے ناموں پر۔''

(بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل:ص،۳۸)

حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی بیان کردہ سات تفاسیر کے من جملہ تین تفاسیر کی عبارتیں یہاں بطورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں۔اخیر میں اس آیت کریمہ **وما اهل به لغير الله** کی تفسیر میں تمام تفاسیر سے جو کچھ حاصل ہوا اُس کا ماحصل بیان فرماتے ہیں اور مفسر قرآن ملا جیون علیہ الرحمہ کی تفسیر کا وہ اقتباس نقل فرمایا جس کے ذریعہ اولیائے عظام کے نام سے جو نذر کیے ہوئے جانور اگر اللہ کے نام سے ذبح ہوتے ہیں جیسا کہ زمانے میں رواج ہے تو وہ جانور حلال طیب پاک ہے:

''اِن تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت **ما أهل** میں اہل سے مراد ہے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا لہٰذا جانور کی زندگی میں اگر اس کو کسی کی طرف منسوب کر دیا جائے تو اس کا اعتبار نہیں،تفسیرات احمدیہ میں اِس آیت **وما أهل به لغير الله** کے ماتحت یوں تحریر ہے کہ **ومن ههنا علم أن البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لأنه لم يذكر اسم غير الله عليه وقت الذبح وان كانو ينذرونها** یعنی یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس بقر کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے وہ حلال ہے طیب (پاک) ہے کیوں کہ اُسے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگر چہ اس بقر کی نذر مانتے ہیں۔سبحان اللہ اِس عبارت نے تو گیارہویں شریف کے بکرے و بقر وغیرہ کا خاص فیصلہ فرما دیا۔واضح رہے کہ یہ عبارت حضرت مولانا علامہ احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتاب کی ہے اور حضرت علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ وہ جید عالم ہیں جو عرب وعجم کے علماء کے استاذ مانے گئے ہیں اور خود دیوبندی علماء بھی ان کی علمی عظمت کے قائل ہیں۔''

(بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل:ص،۴۰)

حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان وسیلے کے تحت **يايها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون** کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

''یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو(تقوی اختیار کرو)اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور جہاد کرو اللہ کے راستے میں تاکہ تم فلاح (کامیابی) پاجاؤ،مذکورہ آیت کریمہ میں پانچ چیزیں قابل غور ہیں جن

پر یقین رکھنا ضروری ہے۔'' (ملفوظات مفسر قرآن: ص، ۱۴۱)

مفسر قرآن نے اس آیت کریمہ کے پانچ جز فرماتے ہوئے (۱) **آمنوا (۲) اتقوا اللہ (۳) وابتغوا الیہ الوسیلۃ (۴) جاھدوا فی سبیلہ (۵) لعلکم تفلحون** کی تفسیر بیان فرمائی۔

(۱) **آمنوا:** کسی بھی اسلامی عقیدہ کا انکار کرنے والا مومن نہیں مثلاً خدا، رسول، فرشتے، انبیاء، رسل علیہم السلام ان کی تعظیم وتکریم وغیرہ سب پر یقین محکم لازم ہے، اب کوئی بدعقیدہ **آمنو** کی کسوٹی پر اگر پورا نہیں اترتا تو اُس کی ایک ہی بدعقیدگی اس کو مومن ہونے سے محروم کر دیتی ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ مومن کامل وہی ہے جو تمام عقائد اسلامی پر یقین محکم رہتا ہو۔

(۲) **اِتقوا اللہ:** اللہ سے ڈرو، تقوی میں تمام اعمال صالحہ آ گئے جھوٹ نہ بولنا، نمازیں قضا نہ کرنا، فرض روزے، بلا عذر شرعی نہ چھوڑنا اور فرض زکوٰۃ میں نصاب کے مطابق زکات نہ نکالنا، استطاعت کے باوجود حج کو نہ جانا، ماں باپ کے حقوق ادا نہ کرنا، بیوی بچوں کا حق ادا نہ کرنا (وغیرہ) ساری برائیوں سے بچنا تقوے میں داخل ہے۔ اگر کوئی جھوٹ نہیں بول رہا ہے نمازیں پڑھ رہا ہے ماں باپ اور بچوں کا حق ادا کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ تو اُس کو متقی کہتے ہیں۔ **اتقوا اللہ** میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب کی ادائیگی اعمال صالحہ و تقوے میں داخل ہے۔

(۳) تقوے کے بعد **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** یعنی اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو! یہ تقوے کے بعد کی منزل ہے۔ وسیلہ کے ثبوت میں قرآن کی دوسری آیت: **یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین** یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس آیت کریمہ میں بھی تقوی کے بعد صادقین کی معیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس سے **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** کا مفہوم سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے کہ وسیلہ تقوے کے بعد کی منزل ہے چنانچہ سلف صالحین سے آج تک صادقین یعنی اللہ والوں کے ساتھ رہنے اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۴) مذکورہ آیت کریمہ میں چوتھے نمبر پر **جاھدوا فی سبیلہ** مذکور ہے۔ اس سے قبل ایمان و تقوی اور وسیلہ گزر چکا **جاھدوا فی سبیلہ** کا ترجمہ: اللہ کی راہ میں جہاد (محنت ومشقت) کرو۔ غور فرمائے کہ عقائد صحیحہ ایمان کی نعمت (**اتقوا اللہ**) اعمال صالحہ کی نعمت مقربان خاص کی ہدایت اور اُن کا طریقہ کار اختیار کرنا۔ وسیلہ کی تیسری نعمت ان تینوں نعمتوں کے حصول کے بعد اب راہ خدا میں مجاہدہ کرنے کا حکم ملتا ہے بالفاظ دیگر مومن و متقی ہو جانے کے بعد کسی عالم باعمل یعنی مرشد کامل سے وابستہ ہو کر اُس کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا۔ یہ اللہ کے راہ میں مجاہدہ کرنے کا حکم ہے مجاہدہ فی سبیل اللہ میں اس کا دل و دماغ اور روح کتنی صلاحیت والی ہے اور ظاہر و باطن کے گناہوں سے کتنا محفوظ و پاک وصاف ہے۔

آیت کریمہ کا پانچواں جز (۵) **لعلکم تفلحون** یعنی تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی بدعقیدہ مومن کامل نہیں ہوتا لہٰذا اُس کے ولی بننے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ نمبر (۲) **اتقوا اللہ** سے واضح ہوا کہ تقوے یعنی اعمال صالحہ نماز، روزہ، وغیرہ کا جو پابند نہ ہو، وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ نمبر (۳) وسیلے کی آیات سے پتہ چلا کہ شیطان، نفس امارہ، خناس اِن تینوں بڑے دشمنوں سے ظاہر و باطن کو بچانا بغیر مرشد کامل جو عالم باعمل اسلامی ظاہر و باطن کا جامع ہو، اس کی رہنمائی کے بغیر آسان نہیں (۴) **جاھدوا فی سبیلہ** وسیلہ کی آیت کے بعد کی آیت ہے یعنی وسیلہ مل جانے کے بعد پھر جہاد فی سبیل اللہ میں جائے اور آپ جانتے ہیں کہ میدان جنگ کا جہاد چھوٹا جہاد ہے اور شیطان، نفس، خناس سے اپنے آپ کو بچانا جہاد اکبر ہے۔''

(ملفوظات مفسر قرآن: ص، ۱۴۱ تا ۱۴۴)

بحیثیت خطیب: مفسر قرآن کی خطیبانہ خصوصیات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے قرآن کریم، حدیث شریف، سلف صالحین کے واقعات کے ذریعہ عوام الناس اور مریدین ومتوسلین کو اپنی خطابت کے ذریعہ اصلاح فرمائی۔ مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی خطابت میں بھی قرآن کریم کی آیات کی تفاسیر اور اسوۂ حسنہ کی جھلکیاں وسلف صالحین کی صوفیانہ تعلیمات پر مشتمل ہوتی تھی۔ قرآن کریم کی عظمت اور اس کے معانی ومفاہیم کو جاننے کے حوالے سے اور دین کی صحیح واقفیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''قرآن پاک میں بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ نے تفکر کی دعوت دی ہے کہیں فرمایا: **افلا تعقلون** کہیں فرمایا **افلا تتفکرون** کہیں فرمایا۔ **افلا تتذکرون** کہیں فرمایا **فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** کہیں فرمایا۔ **افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت**

والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت فذکر انما انت مذکر۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ اونٹ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑ کیسے نصب کیا گیا اور زمین کیسے بچھائی گئی پس اے میرے محبوب ﷺ یہ سب چیزیں ان کو یاد دِلائیں کیونکہ آپ ان کو نصیحت کرنے والے ہیں۔ظاہر ہے کہ غور وفکر کے بعد ہی انسان ہر کام کے صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے۔اللہ کی بے شمار نعمتیں اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں اس کی ذات وصفات کا تعارف کراتی ہیں جس سے بندۂ مومن کو یقین محکم حاصل ہوتا ہے اور ساری کائنات کے مالک معبود حقیقی کی عظمت کے سامنے عبودیت کے سجدے کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

(ملفوظات مفسر قرآن:ص،۱۸۲)

مفسر قرآن نے مسلمانوں کو قرآن کریم سے کس طرح کی وابستگی ہونا چاہیے یعنی تلاوت قرآن اور اس پر عمل کرنا دیگر اعمال واحکام قرآنی کو بجالانا لیکن موجودہ دور میں مسلمانوں کی قرآن کریم سے وابستگی کس طرح ہوگئی۔اِس تصویر کو مفسر قرآن اپنے خطاب میں یوں فرماتے ہیں:

''سلف صالحین قرآن عظیم کو اپنے دل ودماغ میں سینوں میں اس طرح محفوظ رکھتے تھے کہ ان کے چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے کھانے پینے ملنے جلنے زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن کے مطابق عمل کرنے کی جھلک نظر آتی تھی،مگر آج کے دور میں قرآن عظیم پاروں کی شکل میں مسجدوں کے اندر خوبصورت پٹیوں میں بند نظر آتا ہے اور نشر واشاعت کے کلنڈروں میں قرآن کی سورتیں اور آیتیں چھپی ہوئی گھروں میں،ہوٹلوں میں دکانوں میں،کاروباری شعبوں میں اخبارات میں رسالوں میں ایسے ایسے حسین انداز میں ہیں جس میں فن خطاطی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آیتوں کے الفاظ سے مینار گنبد بنے ہوئے خوبصورت پھول دلچسپ و دلکش نظر آتے ہیں۔''(ملفوظات مفسر قرآن:ص،۶۲)

حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ قرآن پر عمل کرنے اور اس احکام کو بجالانے کی بجائے صرف آیات قرآنی کے نقوش کو اپنے گھر اور دکان میں سجانے یعنی مریض صرف دوا کو دیکھ کر ہی شفایاب ہوجائے تو پھر اُسے علاج ومعالجہ کی کیا ضرورت ہے۔اسی حوالے سے مفسر قرآن کی یہ مثال ان لوگوں کے لئے ہے جو دنیاوی معاملات میں ہر چیز کی پیروی کرنا لازم سمجھتے ہیں یعنی مرض کو دفع کرنے کے لئے دوا کا کھانا ضروری سمجھتے ہیں،زندگی گذارنے کے لئے عملی طور پر خرید وفروخت کرنا لازم سمجھتے ہیں لیکن اخروی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے صرف آیات قرآنی کے نقوش پر تکیہ کرلینا،اسی بات کو سمجھانے کے لئے مفسر قرآن علیہ الرحمہ اپنے ملفوظات میں رقم طراز ہیں:

''قرآن جو ہدایت کا سب سے بڑا نسخۂ اعظم ہے اس کے احکام پر عمل کرنے کی بجائے اس نسخۂ مبارک کی تحریر کو ہدایت کے طلبگار مریضوں کو خوبصورت بنا کر دکھایا جاتا ہے مگر عمل کے معاملہ میں اس کے احکام کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے اس طرح اس مثال پر غور فرمایئے کینسر جیسے خطرناک مرض کے مریضوں کے ماہرین ڈاکٹروں کے طے کردہ علاج والی دوائیں انجکشن وغیرہ سے علاج کرنے کی بجائے خوبصورت فرنیچر والے شیشے کے بکس میں وہ علاج کی ساری دوائیں رکھ کر مریضوں کو دیدار کرایا جائے اور یہ فرمائش کی جائے کہ اے مریضو اس سامان علاج کو بڑے ادب واحترام سے دیکھو ہوسکے تو اسی سامان علاج کے بکس کو چوم لو،اس پر عطر چھڑک دو اور پھر خدا سے دعا کرو کہ بغیر دوائیں استعمال کیے اس سامان علاج کے دیدار سے مریض اچھے ہوجائیں گے۔اگر یہ طریقۂ علاج آپ کے نزدیک صحیح ہو تو آپ اس کو قرآنی آئینے میں تلاش کریجئے''

(ملفوظات مفسر قرآن:ص،۶۳)

ہر لفظ کو سینے میں بسا لو تو بنے بات
طاقوں میں سجانے کو یہ قرآن نہیں ہے

مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک خطاب آیت قرآنی **ورفعنا لك ذکرك** پر بہت دلچسپ انداز میں نظر آتا ہے اور عشق رسول ﷺ میں سرشار ہوکر اس آیت قرآنی پر جو خطاب فرمایا اُسی کی کچھ جھلکیاں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

☆**ورفعنا لك ذکرك** یعنی اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کردیا۔ذکر یاد کرنے کو کہتے ہیں ہر وہ چیز جس سے یاد آجائے ذکر کے مفہوم سے باہر نہیں۔رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کردیا ہے۔

☆**ورفعنا لك ذکرك** خدا نے ان کا ذکر اُن کی یاد کو کیسے بلند کیا ہے گویا کرۂ زمین پر ہر ہر منٹ ہر سیکنڈ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سنت

رسول پر عمل، یادِ رسول کا پرچم بلند کرتا ہی رہتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی ایک ایک حرکت وسکون کی نقل دنیا میں کہیں نہ کہیں ہر سیکنڈ جاری وساری ہے اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، بولنا، بتانا، ملنا، جلنا ایک ایک سنت رسول پر کروڑوں فرزندان توحید، غلامان مصطفیٰ عمل کر کے مصطفیٰ ﷺ کی یاد کو سینے میں لگائے نظر آتے ہیں۔

☆**ورفعنا لك ذكرك** قبر میں جانے کے بعد بھی یاد مصطفیٰ ختم نہیں ہوئی منکر نکیر کے سوالات کا آخری حصہ **وما كنت تقول فی حق هذا الرجل**۔ تو دنیا میں اس مرد کے لئے کیا کہتا تھا؟ فیصلہ اسی آخری سوال کے جواب پر ہوتا ہے۔ **ورفعنا لك ذكرك** زمین کے اوپر بھی ذکر رسول بلند زمین کے نیچے بھی ذکر رسول پر فیصلہ ہوتا ہے۔

☆**ورفعنا لك ذكرك** کی شان اس طرح کی جائے گی کہ گناہ خدا بخشے گا مگر شفاعت مصطفیٰ ﷺ فرمائیں گے۔ سب کے سامنے خدا کی بارگاہ میں حضور ﷺ سجدہ فرمائیں گے خدا فرمائے گا۔ سر اٹھایئے مانگئے جو مانگو گے عطا کیا جائے گا جس کی شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی۔ **ارفع رأسك سل ما تعط اشفع تشفع**۔ یہ سب کیوں بقول استاذِ زمن مولانا حسن رضا بریلوی

فقط اتنا سب ہے انعقادِ بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

(ملفوظات مفسر قرآن: ص، ۱۶۲ تا ۱۶۵)

مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان **ورفعنا لك ذكرك** کی ایک جھلک جو اپنے سفر حج میں اپنی نگاہوں سے جو دیکھا اُسی کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’حج کا سفر تھا ہمارے ہوائی جہاز میں عاشق رسول حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب کامٹی بھی شریک سفر تھے، ہوائی جہاز کے پائلیٹ کی طرف سے اعلان ہوا کہ حاجی صاحبان اِس وقت ہمارا یہ ہوائی جہاز زمین سے دو ہزار فٹ سے بھی زیادہ اوپر اڑ رہا ہے۔ ذرا دیر بعد حضرت مولانا اعجاز احمد کامٹی نے مجھ سے کہا کہ مغرب کا وقت شروع ہو گیا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہوائی جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر میں مغرب کی اذان دے دوں میں نے اجازت دی۔ مولانا موصوف نے اذان دی جب اذان میں **اشهد ان لا اله الا الله** کے بعد **أشهد أن محمدا رسول الله** کی صدا بلند ہوئی تو میرے ذہن میں آیا کہ حضور ﷺ کا نام مبارک زمین سے اتنی بلند فضاؤں میں گونج رہا ہے، جہاں زمین پر پیدا ہونے والے کسی انسان کا ذکر کبھی بھی نہ بلند ہوا ہے نہ ہوگا۔ یہ بھی **ورفعنا لك ذكرك** کی ایک جھلک ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
تیری نظیر ہی نہیں عالم ممکنات میں
تیری مثال ہی نہیں صفحۂ کائنات میں

(ملفوظات مفسر قرآن: ص، ۱۶۸)

اس مختصر سے مضمون میں حضرت مفسر قرآن سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مفسرانہ عظمت اور خطیبانہ جھلک کو پیش کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کے صدقہ وطفیل سے حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیضان ہم سب پر جاری وساری رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

کتابیات: (۱) محاضرات قرآنی: ڈاکٹر محمود احمد غازی، اریب پبلیکیشنز، سن اشاعت ۲۰۱۵ء۔ (۲) بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل: حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ، ناشر مکتبہ ربانی باندہ، یوپی۔ (۳) ملفوظات مفسر قرآن: حضرت سید غازی ربّانی، مرتب، علامہ سید محمود ربّانی، ناشر انوار ربّانی وفیضان ربّانی کمیٹی سورت، سن اشاعت ۲۰۱۲ء

☆☆☆

اسسٹنٹ پروفیسر سینٹ جوزف کالج، حیدرآباد۔ 9290284889

’’یہ جو فاتحہ کا طریقہ بنایا گیا ہے یہ درحقیقت عمل خیر کے ایصال ثواب میں اور چار چاند لگا دینے کا مبارک ومسعود طریقہ ہے گویا سونے پر سہاگہ کے مصداق ہے۔ اس کے بغیر ایصال ثواب ہی نہیں ہوسکتا۔ یہ جو بعض جگہ فاتحہ خوانی کے وقت اشیائے خورد ونوش کو خوب زیب وزینت کے ساتھ سجا سجا کر رکھا جاتا ہے اور اس میں اس حد تک غلو کیا جاتا ہے کہ اگر حلقے میں چاندی کا ورق لگانا بھول گئے ہیں تو فاتحہ خوانی رکی رہے گی۔ یہ محض علم کی کمی اور مسئلہ ایصال ثواب کے حقائق سے جاہل ہونے کی دلیل کے سوا کچھ نہیں۔ مسائل ہمیشہ مستند علماء یا مفتیوں سے معلوم کرنا چاہیے جو کتب فقہ کا حوالہ دینے اور مسئلہ دِکھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ علماء جیسا لباس پہن لینے سے علم نہیں آجاتا۔ موجودہ دور کا صوفی، پیر، سجادہ نشین بننا آسان ہے، مستند عالم بننا آسان نہیں۔‘‘ (بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل، ص: ۶۰)

شخصیات اسلام

خانوادۂ ربّانیہ کا درخشندہ ستارہ

حضرت مولانا سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان

پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی★

آپ کا نام نامی اسم گرامی سید محمد مقصود المعروف غازی ربّانی تھا۔ سلسلہ نسب ۳۴ واسطوں سے فرزند رسول، جگر گوشہ بتول امام عالی مقام سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، اس طرح آپ کے اور مبدء کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان ۳۴ واسطے آتے ہیں۔ سچ کہا ہے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

آپ کے والد استاذ القراء حضرت مولانا قاری سید محمد عبدالمعبود قادری امانی علیہ الرحمہ تھے جن کی شہرت ''مولانا قاری'' سے ہوئی۔ بخار و طاعون کے عارضہ میں مبتلا ہو کر ۴۹ سال کی عمر میں حیدر آباد میں ۱۹۴۸ء میں وصال ہو گیا اور ''قادری چمن'' نزد فلک نما اسٹیشن حیدر آباد میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے دادا عارف باللہ ولی کامل سید محمد عبدالرب المعروف سرکار ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان تھے جن کی ولادت ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں ہوئی اور وفات ۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ مزار اقدس پرانا قبرستان عیدگاہ کلاں باندہ اتر پردیش میں مرجع خلائق ہے۔

ایسے معتبر ذی شان خانوادہ میں آپ کی ولادت ۱۰؍ جون ۱۹۲۶ء میں رائے گڑھ مدھ پردیش میں ہوئی۔ آنکھیں کھولیں تو والد ماجد کا نورانی چہرہ دیکھا، گھر میں تقویٰ و دیانت داری کے ماحول میں پرورش ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کرائی۔ والد ماجد نے درجات مولوی کی کتابیں پڑھا کر درجات عالیہ کی تکمیل کے لئے مدرسہ عالیہ قادریہ محلّہ مولوی محلہ بدایوں میں داخل کر دیا۔ وہیں سے علوم متداولہ کی تکمیل فرما کر علمائے ربّانیین کے ہاتھوں سند و دستار فضیلت حاصل کی۔ علم ظاہری کی تکمیل کرتے ہی جد امجد حضرت سرکار ربّانی علیہ الرحمۃ نے روحانی دولت سے سرفراز فرماتے ہوئے آپ کو بیعت و خلافت کی عظیم نعمت سے بھی مالا مال کیا مگر اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ شوق علم مزید ذہن و دماغ کو مہمیز کرتا رہا، لکھنؤ پہنچے اور علم الادیان سے فراغت حاصل کر ہی چکے تھے، اب علم الابدان کی طرف توجہ فرمائی اور B.I.M.S کا کورس کرنے کے لئے تکمیل الطب میں داخلہ لیا۔ اس کورس کی تکمیل کے بعد آپ نے باضابطہ خلق خدا کے لئے مطب (پریکٹس) کیا کہ نہیں، اِس کی خبر تو نہیں البتہ اس زمانے کے اکابر علماء کے ساتھ ملک کے اہم دورے ضرور کیے۔ جن علماء کی آپ کو معیت حاصل رہی اُن میں درج ذیل حضرات قابل ذکر ہیں:

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ، بریلی شریف (۲) حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۳) برہان ملت حضرت مولانا شاہ محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ (۴) مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن عباسی رئیس اڑیسہ، دھام نگر علیہ الرحمہ (۵) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ، بریلی شریف (۶) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ، جمشید پور (۷) پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ، الہ آباد

اِن اکابر علمائے کرام کی سرپرستی میں خدمت دین متین کے لئے آپ نے اپنی زبان کو نہ صرف صیقل کیا بلکہ ان حضرات کے مواعظ حسنہ و افکار عالیہ سے اپنے سینہ کو علم و عرفان کا مدینہ بنایا جس کے سبب ملت اسلامیہ میں علم و عرفان کی شمع روشن کرنے میں بڑی مدد ملی۔ آپ نے نہ صرف اپنے دوروں کے ذریعہ ہی صرف ملت اسلامیہ کی دینی و علمی تربیت فرمائی بلکہ علم دین کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے بڑے بھائی

حضرت مولانا سید مظہر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے عم محترم سید محمود القادری ربّانی کے باہم کوششوں سے ایک دار العلوم بنام ''دار العلوم ربّانیہ'' اور ایک ''دار الیتامیٰ'' قائم کیا۔ برسوں اُس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ آپ کے دورِ نظامت میں اس ادارہ نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی، اس وقت ادارہ کی کئی منزلہ عمارت اپنے مشتاقان دید کو دور سے ہی دعوت نظارہ دیتی ہے۔ ہمیشہ اس ادارہ میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ قرب وجوار ہی نہیں بلکہ دیگر صوبہ جات کے تشنگان علم وہاں داخلہ لے کر وہاں کے لائق وفائق اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔

حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ نے بیعت وارشاد کے ذریعہ جن بندگان خدا کو دین اسلام سے قریب کیا اُن کی صحیح تعداد تو نہیں بتائی جاسکتی ہے البتہ جن صاحبان فضل وکمال کو آپ نے دولت خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اُن میں آپ کے صاحب زادگان بطورِ خاص قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت مولانا سید منظر ربّانی علیہ الرحمۃ (۲) حضرت مولانا سید شاہد ربّانی (۳) حضرت مولانا سید حامد ربّانی، باندہ (۴) حضرت مولانا سید محمود ربّانی (۵) نبیرۂ مفسر قرآن حضرت مولانا سید مسرور ربّانی، باندہ۔ صاحب زادگان کے علاوہ دیگر خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۶) حضرت مولانا سراج الدین کلکتہ، بنگال (۷) جناب صوفی محمد ابراہیم ممبئی، مہاراشٹر (۸) جناب صوفی نور محمد خاں، مدھیہ پردیش (۹) حافظ مفتی محمد صباح الدین مصباحی (بہار) استاذ جامعہ ربّانیہ باندہ (۱۰) مولانا محمد ادریس ربّانی، سورت

حضرت مولانا سید غازی ربّانی نے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے علاوہ پرورش لوح وقلم کے ذریعہ بھی دین متین کی خدمت اور ملت اسلامیہ کی شرعی رہنمائی کا اہم فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ ملت اسلامیہ جب بھی شرعی بے راہ روی کا شکار ہوئی آپ نے اس کی روک تھام کے لئے کتابیں بھی لکھیں اور وعظ وتبلیغ کے ذریعہ اس کا سد باب بھی کیا۔ نعت رسول مقبول لکھ کر بھی اپنے مریدین کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع محبت کی لو کو تیز سے تر کیا۔ دعوت وتبلیغ اور بیعت وارشاد کی گونا گوں مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے جس طرح لوح وقلم کی خدمت کی ہے وہ قابل ستائش ہے۔ کچھ زیادہ تو آپ نہ لکھ سکے لیکن جس قدر بھی آپ کے نوک قلم سے تحریریں منظر عام پر آئیں وہ قابل ستائش ہیں:

(۱) ملفوظات مفسر قرآن (اردو) مرتب سید محمود ربّانی، مکتبہ انوار ربّانی وفیضان ربّانی کمیٹی سورت ۲۰۱۲ء (۲) بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل (اردو) مکتبہ ربّانی علی گنج باندہ ۱۳۸۸ھ (۳) فردوس تخیل (مجموعہ نعت) مکتبہ ربّانی علی گنج باندہ ۲۰۱۷ء (۴) سرکار ربّانی (اردو) ۵۔ تبرکات ربّانی (اردو) (۵) اسلامی سکشا (ہندی) (۷) ارکان خمسہ (ہندی) (۶) قانون شریعت سے اسلامی عقائد (ہندی) (۷) بزرگان دین کے جیون کی جھلکیاں (ہندی) (۸) پیغمبر اسلام کے تاریخی پرچے (ہندی)

(۱) ملفوظات مفسر قرآن:

یہ کتاب دراصل ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حوالہ سے آپ نے بیان کی ہیں۔ ان تقریروں کو سید محمود ربّانی نے ڈاکٹر سید حامد ربّانی، مولانا مفتی حافظ صباح الدین مصباحی اور مولانا رفیق اللہ مصباحی کی معاونت سے کتابی شکل دے کر ''ملفوظات مفسر قرآن'' کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب میں پچیس ایسے موضوعات ہیں جن پر حضرت مولانا سید غازی ربّانی نے سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ وہ عنوانات اس طرح ہیں:

لائق عبادت کون ہے؟ خالق کائنات کا محبوب اعظم ﷺ

ایمانی عقائد۔ ادب اور بے ادبی۔ اولیائے کرام، اُن کی کرامتیں۔ موجودہ تبلیغ اسلام کا جائزہ اور ان کی خامیوں کی اصلاح۔ قرآن پاک سے وابستگی۔ اسلام کے ارکان خمسہ۔ مسلمان تم کہاں جارہے ہو؟ خواہشات نفس کا معبود۔ نفس کشی۔ دعا کیوں قبول نہیں ہوتی۔ بلاؤں کا نزول۔ توبہ واستغفار۔ الدین یسر۔ غلط رسوم ورواج۔ اسلامی سائنس۔ وسیلہ۔ سنتوں پر عمل۔ ورفعنالك ذكرك۔ محبت رسول ﷺ۔ دین کی فقہ یعنی دین کی صحیح واقفیت۔ محبت دنیا وآخرت۔ مرتبۂ آل واصحاب رسول ﷺ

آپ نے مذکورہ بالا مباحث میں ہر بحث پر تفصیلی گفتگو کرنے کی بجائے اتنی ہی تفصیل کتاب میں پیش کی ہے جس سے قاری بغیر کسی اکتاہٹ کے اس بحث کو اپنے ذہن ودماغ میں اتار سکے۔ مثال کے طور پر ''ادب اور بے ادبی'' کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں:

''ادب ہی وہ عظیم اسلامی نعمت ہے کہ جس کے حاصل ہوجانے کے بعد سارے حسنات قابل قبول ہوجاتے ہیں اور بے ادبی وہ جرم عظیم ہے جو سارے حسنات واعمال صالحہ کو ایک لمحہ میں غارت کر دیتا

ہے، اس لئے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

(ملفوظات مفسر قرآن، ص: ۲۴)

''غلط رسم ورواج'' کے تحت بحث کرتے ہوئے آپ نے عورتوں کے تعلق سے بھی تفصیلی گفتگو کی ہے اور واضح لفظوں میں انھوں نے لکھا ہے:

''آج کل عورتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھ دار نظر آنے والے بعض مسلمان اپنی اہلیہ کو خوش رکھنے میں اس قدر مطیع وفرماں بردار نظر آتے ہیں کہ ان کی غیرت مردانہ کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ اچھے برے ہر قسم کے مردوں کے درمیان اپنی بیوی کو بے حجاب لے جانا اور خود جوان بیگم کا آراستہ پیراستہ لباس اور بناؤ سنگھار کے ساتھ مردوں کے جلسے ومجمع کے سامنے تشریف لانا جیسے وہ اپنی شوہر کے خلوت خانے جا رہی ہو۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔ شرم وحیا کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ اکبرالہ آبادی سچ کہہ گئے ہیں کہ

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیویاں
اکبر وہیں پہ غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کے پڑ گیا

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے: اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں میں سے اور تمہارے اولاد میں سے دشمن ہیں تمہارے، تو اُن سے بچو (یعنی ہوشیار رہو) ایسا نہ ہو کہ ان کی خاطر داری میں تم دین داری اور شریعت پر عمل کرنے سے دور ہو جاؤ)

(ملفوظات مفسر قرآن، ص: ۱۲۶)

حضرت مولانا غازی ربّانی نے اپنے خطابات میں صرف سماج کی اصلاح وفلاح اور سماج میں پھیلی برائیوں کے دور کرنے کے تعلق سے بات نہیں کی بلکہ ان کو عقائد باطلہ سے دور رہ کر زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیا۔ وقتاً فوقتاً ایسے مسائل سے انھیں روشناس بھی کراتے رہے کہ آج کل سماج میں جن کی طرف لوگ دھیان کم دیتے ہیں۔ وسیلہ کے موضوع پر تشریحی بیان کرنے کے بعد آپ نے موجودہ زمانے کے پیروں پر بھی طنز کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''پیری مریدی میں ایسے پیر صاحبان داخل ہو چکے ہیں جن کا تعارف شریعت کی پابندی کی بجائے تین طرح کے چمتکاروں سے ہے: چمٹے والے بابا، لاٹھی والے بابا، جھنڈے والے بابا، وغیرہ وغیرہ جن کے ولی اللہ ہونے کی دلیل عوام یہ دیتے ہیں کہ انھوں نے ہاتھ بڑھایا اور بے موسم پھل ان کے ہاتھوں میں آ گیا، ہاتھ بڑھایا تو گرم گرم مٹھائی ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ کسی کے بال پکڑ کر نچوڑا تو اس سے دودھ ٹپکنے لگا۔ سٹے کا نمبر بتا دیتے ہیں، پھونک مارتے ہیں تو جنات بھاگ جاتے ہیں۔ غرض عوام کے اسی گروہ کے نزدیک جو زیادہ چمتکار دِکھائے وہی بابا اللہ والا ہے۔ چاہے پیشاب کر کے استنجا نہ کرتا ہو۔ اب بھلا بتلائے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس بھیڑ لگی رہتی ہے یہ ان کے پہنچیلے بابا ہونے کا ثبوت ہے۔ خدا کی پناہ! کہاں شعبدہ بازی اور کہاں مرتبہ ولایت الٰہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جہالت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب تو یہ کاروبار اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ کسی جگہ چبوترہ بنایا۔ دو، تین اینٹیں لا کر رکھ دیں اُس پر کپڑا ڈالا، پاس جھنڈا لگایا اور اعلان کر دیا کہ یہ غوث کا چلّہ ہے، یہ اینٹیں بغداد سے آئی ہیں اور پھر مرادیں مانگنے والوں کا ہجوم مجاوروں کی آمدنی کا معقول ذریعہ بن جاتا ہے۔ ع ''نہ ہمہ داغ دار شد پنبہ کجا کجا نہم'' (ملفوظات مفسر قرآن، ص: ۱۴۹)

''ملفوظات مفسر قرآن'' میں اس طرح کی انمول بخشیں ہیں جن کے پڑھنے سے ایمان کو تازگی اور ذہن ودماغ کو بالیدگی ملتی ہے۔ یہ کتاب کل ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جس کی اشاعت ۲۰۱۲ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل:

اس نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب فاتحہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ موجودہ زمانے میں فاتحہ کے تعلق سے سماج میں مختلف خیالات ونظریات پائے جاتے ہیں بعض اسے بدعت، بعض حرام، بعض ناجائز اور بعض شرک کہہ ڈالتے ہیں جہاں ایسے لوگ ہوں ضروری ہے کہ اس مسئلہ کا قرآن وسنت کی روشنی میں تنقیح کر کے پیش کیا جائے تاکہ جو فاتحہ کے تعلق سے کسی بدگمانی میں مبتلا ہیں اُن کے ذہن اس فاتحہ کے تعلق سے گندگی دور ہو سکے۔ مولانا سید غازی ربّانی نے اس مختلف فیہ کتاب کو کیوں عنوان قلم بنایا، اِس تعلق سے وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اکثر مسلمان فاتحہ دینے یا نہ دینے کے بارے میں بعض اوقات عجیب وغریب باتیں کرنے لگتے ہیں جن کو سن کر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کوئی تشنہ تشریح مسئلہ ہے جس کے لئے عامۃ المسلمین کے دل ودماغ

مطمئن نہیں ہو سکے ہیں۔مثلاً کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ فاتحہ دلانا حرام ہے،شرک ہے،بدعت ہے،ناجائز ہےاورکوئی صاحب فرماتے ہیں کہ ارے! یہی تو اصل میں سنیوں کی پہچان ہے، یہ قطعی جائز ہے، جو وہابی ہوگا وہ کبھی فاتحہ نہیں دِلاسکتا ''مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود'' وغیرہ پھر بعض حضرات اس قدر فاتحہ پڑھتے ہیں کہ لوگوں کواُن کو چڑانے میں مزہ آنے لگتا ہے اور بعض اوقات یہ چڑ کسی جھگڑے فساد تک جا پہنچتی ہے اور دوسری طرف فاتحہ پسند حضرات اس میں اس قدر غلو اوراہتمام فرمانے لگتے ہیں کہ جیسے یہ فاتحہ فرائض اسلامی کا کوئی اہم ترین جز ہے کہ جس کے چھوڑنے سے شاید اسلام ہی خطرہ میں پڑ جائے گا۔بعض بے علم تو فاتحہ میں اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ کھانے والوں کے ہاتھ دھلانے کے بعد اس پانی کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں کہ کہیں کسی کا پیر نہ پڑ جائے۔''(بدعت فاتحہ اوراس کے مسائل،ص:۳)

جہاں اس قسم کے خرافات پائے جاتے ہوں ضروری تھا کہ عقائداورشریعت مطہرہ کی روشنی میں ان کی اصلاح کی جائے، اس ضرورت کے پیش نظر مصنف نے اس طرف توجہ فرمائی اور ۶۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھ کر بدعت کے صحیح مسائل جوقرآن وسنت سے ثابت ہیں، انھیں یکجا کر کے شائع کرا دیا۔ بظاہر یہ کتاب یوں تو ایک مختصر رسالہ ہے لیکن اس میں فاتحہ کے تعلق سے کوئی ایسا پہلونہیں جو تشنہ رہ گیا ہو۔اس میں مصنف نے ''دریا کوکوزہ میں بند'' کرنے کا کام کیا ہے۔اُسی وجہ سے اس دور کے اکابر علماء اس کتاب کی طرف متوجہ ہوئے اوراپنی بیش بہا تقریظ سے اس کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔اس کتاب کے تعلق سے خلیفہ اعلیٰ حضرت ،حضرت مولانا برہان الحق قادری رضوی فرماتے ہیں:

''ماشاءاللہ عزیز القدر مولانا مولوی حکیم پیرزادہ سید غازی ربانی زادفیضہ الدینی نے موجودہ زمانہ کے بدعتیوں وہابیوں کے بات بات پر شرک وبدعت کے ہفوات باطلہ اقوال باطلہ کا رد بلیغ کر کے بدعت کی حقیقت اورسنت وبدعت کے درمیان فرق کی بہترین مدلل ومفصل بحث کے ساتھ نہایت لطیف پیرایہ اورعام فہم انداز میں دعا وفاتحہ کے مسائل رائجہ کو ثابت کیا ہے اورایام متبرکہ میں اور سوئم وچہلم وغیرہ میں شیرینی،حلوہ کھانا،شربت وغیرہ سامنے رکھ کر دعا پر دیوبندیہ وہابیہ کے اعتراضات کا خوب جواب دیا ہے۔''

(بدعت فاتحہ اوراس کے مسائل،ص:ب)

اس کتاب میں جن مسائل فاتحہ کومولانا سید غازی ربانی نے موضوع بحث بنایا ہے اورذیلی عناوین قائم کر کے جو بحثیں کی ہیں ان کی فہرست اس طرح ہے:

(۱)فاتحہ کی لغوی تشریح۔(۲)بدعت فاتحہ۔(۳)فاتحہ پر خارجی اعتراضات۔(۴)قرآن کی مختلف سورتوں کی تلاوت مع درود شریف۔(۵)دعا کرنا اپنے لئے یا دیگر مسلمانوں کے لئے۔(۶)ایصال ثواب (۷)ایصال ثواب کی دوسری صورت۔(۸)ہاتھ اٹھانا دعا کے وقت (۹)نسبت غیر خدا۔(۱۰)فاتحہ خوانی کی بدعت کو بار بار کرنا۔(۱۱) کھانے کی چیز کوسامنے رکھ کر ایصال ثواب کا کیا ثبوت ہے۔(۱۲)ایک اہم اعتراض اوراس کا جواب۔(۱۳)فاتحہ دینے کا صحیح طریقہ، بنیادی نیت وعقیدہ کی وضاحت۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء میں ہوئی تھی،اس کی مقبولیت کے پیش نظر اُس کی متعدد اشاعتیں ہزاروں کی تعداد میں ہوئیں۔میرے پیش نظر جونسخہ ہے وہ جنوری ۲۰۱۵ء کی طباعت ہے اورمکتبہ ربانی محلّہ علی گنج باندہ یوپی سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔بدعت فاتحہ کی بحث کا اختتام مولانا سید غازی ربانی اپنی تحریر سے کرتے ہیں جسے کتاب کا ماحصل کہا جاسکتا ہے۔فرماتے ہیں:

''یہ جو فاتحہ کا طریقہ بنایا گیا ہے یہ درحقیقت عمل خیر کے ایصال ثواب میں اور چار چاند لگا دینے کا مبارک ومسعود طریقہ ہے گویا سونے پر سہاگہ کے مصداق ہے۔اس کے بغیر ایصال ثواب ہی نہیں ہوسکتا۔یہ جو بعض جگہ فاتحہ خوانی کے وقت اشیائے خوردونوش کوخوب زیب وزینت کے ساتھ سجاسجا کر رکھا جاتا ہے اوراس میں اس حد تک غلو کیا جاتا ہے کہ اگر حلقے میں چاندی کا ورق لگانا بھول گئے ہیں تو فاتحہ خوانی رکی رہے گی۔یہ محض علم کی کمی اورمسئلہ ایصال ثواب کے حقائق سے جاہل ہونے کی دلیل کے سوا کچھ نہیں۔مسائل ہمیشہ مستند علماء یا مفتیوں سے معلوم کرنا چاہیے جو کتب فقہ کا حوالہ دینے اورمسئلہ دِکھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔علماء جیسا لباس پہن لینے سے علم نہیں آجاتا۔موجودہ دور کا صوفی،پیر،سجادہ نشین بننا آسان ہے،مستند عالم بننا آسان نہیں۔''(بدعت فاتحہ اوراس کے مسائل،ص:۶۰)

(۳)**فردوس تخیل:** حضرت مولانا غازی ربانی کی یہ تیسری تصنیف ہے۔اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ان کی شاعرانہ

افکار وخیالات کا مجموعہ ہے جس میں صرف اور صرف صنف نعت پر طبع آزمائی کی گئی ہے جو حاصل شعر وسخن ہے۔جس سے ان کی سرکار دوعالم ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا پتہ چلتا ہے اور انھوں نے مختلف زاویے سے سرکار دوعالم ﷺ کی تعریف وتوصیف میں اپنے قلم کومہمیز کیا ہے۔اس فردوس تخیل میں ایک حمد کے علاوہ نعت ومنقبت اور استغاثہ وسلام کے علاوہ حجاج کرام کی روانگی پر کچھ نظمیں بھی شامل کتاب ہیں۔شاعر چوں کہ عالم دین تھے اس لئے ان کی شاعری شریعت کے دائرہ میں تھی۔اگر غور سے آپ کے شعر وسخن کا مطالعہ کیا جائے تو شاعر کے ہر شعر کا رشتہ قرآن وحدیث سے ضرور مربوط نظر آئے گا۔

یہ بات تمام علماء بیان فرماتے ہیں کہ دنیا دل لگانے کی چیز نہیں۔یہ دَنی سے مشتق ہے،دَنی کے معنی کمینی کے آتے ہیں جو ایسی کمینی شے ہو،اس سے دور ہی رہنا مناسب ہے۔اس لئے صوفیائے کرام وبزرگان دین نے ہمیشہ دنیا سے دوری اختیار کی ہے اور یہی مشورہ مولانا سید غازی ربّانی بھی ملت اسلامیہ کو دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

زندگی کا بھروسہ نہیں مومنو ۔۔۔ جتنا ممکن ہو ذکر خدا کیجئے
ساتھ اپنے نہ جائے گا دنیا سے کچھ ۔۔۔ اس کی الفت کو دل سے جدا کیجئے

(فردوس تخیل،ص:۵۳)

یہ علمائے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اور پختہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ شفیع المذنبین ہیں اور بروز قیامت ان کے سر پر شفاعت کا سہرا ہوگا۔اس کا منکر وہی ہوگا جو گستاخ رسول ہوگا مگر جو عاشق رسول اور نبی سے محبت رکھنے والا ہے،ایسی باتوں سے اس کے ایمان میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

پھر اُن کے چاہنے والوں کو کیا خطرہ قیامت کا
ازل کے روز سے ہے جن کے سر سہرا شفاعت کا

(فردوس تخیل،ص:۹)

اسی ''فردوس تخیل''میں بارگاہ رسالت میں استغاثہ کے علاوہ ایک نعت ارسی زبان میں بھی ہے جس میں سرکار ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا سراپا انتہائی دلچسپ پیرایہ بیان میں کھینچا گیا ہے۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور روح وقلب کو تازگی بخشیں۔

تاج فتحنا بر فرق اقدس ۔۔۔ نطق قرآنی تسخیر عامے
والشمس رویش واللیل زلفش ۔۔۔ صبح درخشاں خاموش شامے
چشمے کہ دیدہ روئے خداوند ۔۔۔ گوشش کہ سامع از حق کلامے
بینی اطہر لمعہ نوری ۔۔۔ عارض کہ روشن از وے جہانے
دندان گوہر سلک جواہر ۔۔۔ لب ہائے رنگیں لعلیں تمامے
رویش مطہر رحل قرآنی ۔۔۔ دہن مقدس گویا قرآنے
سورہ مزمل تفسیر دو شے ۔۔۔ طٰہٰ و یٰسٓ اظہار شانے
دست کہ بر او دستِ خداوند ۔۔۔ پائے کہ زیرش ہر دو جہانے
در سینۂ او راز دو عالم ۔۔۔ در قلب پنہاں کون و مکانے
ذاتش کہ موجب کون دو عالم ۔۔۔ کز ہستی او قائم نظامے
یا شاہ خوباں ایں غازیؔ تو ۔۔۔ خواہد نظر کن بر ایں غلامے

(فردوس تخیل،ص:۱۲)

مولانا سید غازی ربّانی نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عربی زبان میں لکھے استغاثے پر جو اردو زبان میں گرہ لگائی ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔اسے ہر مصیبت کے وقت عاشق رسول ﷺ کے وردلب رہنا چاہئے۔فرماتے ہیں:

یا رسول اللہ انظر حالنا ۔۔۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق ۔۔۔ خذیدی سھل لنا اشکالنا
اے شہنشاہ رسل محبوب رب ۔۔۔ ایک ہم کیا آپ کے طالب ہیں سب
آپ کی چشم عنایت سے حضور ۔۔۔ اچھے ہوتے ہیں مریض جاں بلب
یا رسول اللہ انظر حالنا ۔۔۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا
داستانِ دردِ دل کس سے کہیں ۔۔۔ صدمہ رنج والم کب تک سہیں
اک نگاہ لطف گر کر دیں حضور ۔۔۔ پھر تو ہم ہر دم خوش وخرم رہیں
یارسول اللہ انظر حالنا ۔۔۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق ۔۔۔ خذیدی سھل لنا اشکالنا

(فردوس تخیل،ص:۲۳)

یہ پورا استغاثہ پڑھنے اور زبانی یاد رکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ہر مومن کو چاہئے کہ وہ صبح وشام اپنے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں خلوص دل کے ساتھ اپنی مشکلات کو بیان کرے جس طرح اس استغاثہ کے اندر حضرت مولانا سید غازی ربّانی صاحب نے بیان کیا ہے۔حضرت مولانا سید غازی ربّانی نے اپنے ایک نعتیہ کلام میں انسان کی عظمت اور اس کی اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی اور اس میں تفصیل سے بتایا ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کے لئے

پیدا کی ہیں۔ زمین وآسمان، شمس وقمر، شام وسحر، آبشاروں کا ترنم، نغمہ جوئے رواں، کوہساروں کی شمیم جانفزا، بلبلوں کی نغمہ سنجی، گلشن کی بہار، کوئل کی صدا، چاند کی چاندنی، ساون کی گھٹا، جگمگاتے ستارے، سورج کی ضیاء، کرسی ولوح وقلم، حتیٰ کے خدا رسول خدا بھی سب میرے ہی لئے ہیں۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اس نگاہ ناز نے کیا جانئے کیا کر دیا
سرفرشتوں کا بھی آخر جھک گیا میرے لئے
جب ہوا عرفان رب غازیؔ کھلا تب راز یہ
کائنات کُن ہی کیا خود ہے خدا میرے لئے

اِن سب کے باوجود بھی انسان کس قدر خودغرض ہوگیا ہے کہ اس رب کا شکر ادا نہیں کرتا اور اس کے رسول کی رحمۃ للعالمین پراُسے بھروسہ نہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور زمانہ نعتیہ کلام ہے:

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

اِس بحر میں حضرت مولانا سید غازی ربّانی غوث اعظم حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں ایک خوبصورت منقبت لکھی ہے جس میں انھوں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ محبت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ الفاظ کی موزونیت کے ساتھ ساتھ اشعار کی نغمگی میں بھی کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

اے تعالیٰ اللہ اپنی اشک باری واہ واہ
ہم پہ غوث الوریٰ کا فیض جاری واہ واہ
مل گئی ہاں مل گئی چوکھٹ تمہاری واہ واہ
بن گئی بگڑی ہوئی قسمت ہماری واہ واہ
پھر مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ کہہ دیجئے پیران پیر
جنبش لب پر فدا ہو بے قراری واہ واہ
جب تڑپ کر کہہ دیا یا غوث اعظم المدد
آ گئی بہر مدد فوراً سواری واہ واہ
سیدی تیرا کمینہ ہے اسیر رنج و غم
صدقہ زلف دوتا ہو رُستگاری واہ واہ
دو جہاں کی مشکلیں حل کرنے والے غوث پاک
ٹال دو سرکار اب مشکل ہماری واہ واہ
میرے مرشد میرے آقا تیرا غازیؔ غریب
ناز کرتا ہے کہ ہے تیرا بھکاری واہ واہ

(فردوس تخیل، ص: ۳۴)

آج سے برسوں پہلے شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک نعت کہی تھی جو بہت مشہور ہوئی۔ شعرائے کرام اور نعت خواں حضرت نے اسے خوب خوب عوام تک پہنچایا، وہ نعت یہ تھی:

اللہ بھی طالب ہے ترا جن و بشر بھی
ہے عرش تیرا خلد بھی اللہ کا گھر بھی
چہرہ ہے ترا آئینہ حسن الٰہی
دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی
جس وقت ہوئی ان کو گواہی کی ضرورت
بت بول اٹھے پڑھنے لگے کلمہ شجر بھی
حق نے تمھیں قادر کیا اور غیب کا عالم
بندوں کی مدد کرتے ہو رکھتے ہو خبر بھی
سرداروں کے سرخم ہیں درِ پاک پہ تیرے
ساجد تری سرکار میں ہیں دل بھی جگر بھی
مملوک خدا کا ہے خدائی کا ہے مالک
قبضہ میں ترے ارض وسما خشک بھی تر بھی
بھر دے مری جھولی کو نواسوں کا تصدق
سگ ہوں ترا محتاج ترا دست نگر بھی
سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا
آگے سے میرے بھاگتے ہیں شیر ببر بھی

(مولانا حشمت علی پیلی بھیتی ص ۲۱۰)

حضرت مولانا سید غازی ربّانی نے بھی اسی بحر میں اسی نغمگی کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھے ہیں جو اُن کے دیوان ''فردوس تخیل'' (ص ۷۳) پر موجود ہے۔ اس نعت اقدس میں سرکار دوعالم ﷺ سے شاعر نے جو کچھ آرزوئیں اور کچھ تمنائیں کی ہیں اور یہ آرزوئیں وہی ہیں جو، ہر مومن کامل کی دلی تڑپ ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

مشتاق فدا ہونے کو ہے دل بھی جگر بھی
اے کاش اٹھے میری طرف ان کی نظر بھی

وہ لطف و کرم تھا جو مرے حال پہ پہلے
اے لطف مجسم ہو وہی بار دِگر بھی
اللہ کا محبوب بھی کس درجہ حسیں ہے
جس پر ہیں فدا حور و ملک جن و بشر بھی
اس نورِ مجسم کے تجسس میں شب و روز
گردش میں رہا کرتے ہیں شمس و قمر بھی
ان کی ہی اطاعت سے خدا تک ہے رسائی
ہے ان کے وسیلے سے دعاؤں میں اثر بھی
میں سگ دربار ہوں سرکار تمہارا
مل جائے پس خوردہ سے اک لقمہ تر بھی
دِکھلا دے خدا غازیؔ مضطر کو دو بارہ
کعبہ کی شب نور مدینہ کی سحر بھی

حضرت مولانا غازی ربّانی نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ایک مشہور زمانہ نعت پر بھی طبع آزمائی کی ہے اور جس طرح اُس نعت اقدس میں شاعر نے سب کچھ بیان کرنے کے بعد ''خدا نہ کرے'' کی گرہ لگا کر جس بے کیفی کا اظہار کیا ہے، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے اعلیٰ حضرت کی اس نعت کے چند بند ملاحظہ فرمائیں:

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے — بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف — ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں — کون ان جرموں پر سزا نہ کرے
سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب — آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے — ارے تیرا برا خدا نہ کرے
عذر امید عفو ، اگر نہ سنیں — رو سیاہ اور کیا بہانہ کرے

(حدائق بخشش،ص:۱۵۹، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۷ء)

اب حضرت مولانا غازی ربّانی کے اسی بحر میں وہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے وہی انداز وہی لب ولہجہ اختیار کیا ہے جس کی امید ایک عاشق رسول سے کی جاسکتی ہے:

ہو دعا میں اثر خدا نہ کرے — کم ہو دردِ جگر خدا نہ کرے
آہ ہو پُر شرر خدا نہ کرے — نالہ ہو با اثر خدا نہ کرے
دل اِدھر سے اُدھر خدا نہ کرے — ہو بتوں کا اثر خدا نہ کرے
ہو وہ نیچی نظر خدا نہ کرے — اور زخمی جگر خدا نہ کرے
کش مکش زندگی کی مٹ جائے — زندگی نام ہے تلاطم کا
ہو سکوں سے بسر خدا نہ کرے — پر سکوں بحر و بر خدا نہ کرے
ان کے نقش قدم پر سر رکھ کر — پھر اٹھاؤں میں سر خدا نہ کرے
عشق پابند حسن ہو نہ کبھی — سوز ہو ساز ہے مگر خدا نہ کرے
لذت درد کے عوض ہو سکوں — ٹھیک تو ہے مگر خدا نہ کرے
بیچ دریا میں ڈال کر کشتی — چشم ہمت ہو تر خدا نہ کرے
جان دینا پسند ہے غازیؔ — دور اُن سے مگر خدا نہ کرے

اس طرح اگر حضرت مولانا غازی ربّانی کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے تو بحث طویل ہو جائے گی مگر بات ختم نہ ہوگی، ارباب شوق کو چاہئے کہ ان کے نعتیہ دیوان کے ذریعہ قلب ونظر کو سکون پہنچانے کا کام کریں۔ جس طرح دوسرے عاشقان رسول کر رہے ہیں۔ یہ اس نعتیہ دیوان کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ اب تک اس کے پانچ ایڈیشن شائع ہو کر محبان رسول ﷺ تک پہنچ چکے ہیں۔ حضرت مولانا غازی ربّانی کی تین تالیفات کا یہاں تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اگر اسی طرح باقی رسائل کا بھی تفصیلی جائزہ لیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔

حضرت مولانا غازی ربّانی کی انھیں محاسن وکمالات کی بنیاد پر اُن کے عقیدت مندوں نے اپنے اپنے دلوں کا خراج آپ کی بارگاہ میں پیش کر کے اطمینان قلب کا اظہار کیا ہے۔ جسے ''فیضان ربّانی کمیٹی سورت'' نے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے جس کا نام ''سید غازی ربّانی کی شخصیت اور پچاس سالہ خدمات پر علماء کے تأثرات'' رکھا گیا۔ اس مجموعہ تاثرات کے ذریعہ بھی آپ کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ان تاثر پیش کرنے والوں نے ہر زاویہ سے آپ کی گراں بہا شخصیت کا جائزہ لیا ہے جن کی کل تعداد گیارہ ہے۔ بلاشبہ وہ حضرات اس کے اہل تھے۔ آپ کی علمی، دینی، مذہبی شخصیت کا جائزہ لینے کے لئے بالغ نظر، صاحب فکر وفن ہونا ضروری ہے، راقم السطور اُن محاسن سے عاری ہے، مجھے اپنی بے مائیگی کا اعتراف بھی ہے احساس بھی۔ بس یہ کہہ کر اپنی گفتگو یہاں پر ختم کرتا ہوں کہ

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
دل چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

☆☆☆

(صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ)

☆ سینئر پروفیسر شعبہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

نقوش رفتگاں

دیکھو! نماز مت چھوڑنا

سفر آخرت

مولانا ڈاکٹر سید ابرار احمد حامد ربّانی★

باسمہ تعالیٰ وعونہ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

دنیا میں ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ وہ ہے موت جس کا قرآن میں رب تبارک وتعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت کو پیدا کرنے کی وجہ بھی بیان فرمادی: اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (سورہ ملک) موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہوجائے کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

موت کے بعد عمل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اسی لئے اہل اللہ اور صالحین ہر گھڑی رضائے مولیٰ کے کاموں میں لگے رہتے ہیں اور خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جس کا خاتمہ ایمان وعقیدہ کی سلامتی کے ساتھ شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے ہوتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔

وہ جانے والا بڑا خوش نصیب ہے مظہرؔ
جو خود کو سارے گناہوں سے پاک کر کے چلے
(حضرت سید مظہر ربّانی)

ہمارے مربی ورہبر پیرومرشد والد ماجد حضرت مفسر قرآن محمد مقصود غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی ۹۳؍سالہ زندگی تقوی و پرہیز گاری سے عبارت ہے۔ شریعت مطہرہ کی پابندی اور تقویٰ میں آپ کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ حضرت کی مبارک زندگی کے بارے میں جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت کی مبارک زندگی کا نصب العین صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنا تھا۔ حضرت اپنے ایک کلام میں خود فرماتے ہیں:

الٰہی عمر گزرے خدمت دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں
میں خادم ہی رہوں اسلام کا مخدوم مت کرنا

آپ کا شیوہ یہ تھا کہ خدمت دین کے لئے جب جیسی ضرورت پیش آئی اپنی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ میدان عمل میں ڈٹ گئے، چاہے دینی تعلیمی اداروں کا قیام ہو یا تصنیفی خدمات کے ذریعہ اشاعت دین کا کام یا تفسیر قرآن کے بیان کے ذریعہ الٰہی پیغام لوگوں تک پہنچانا ہو لیکن خدمت دین کا جو سب سے مؤثر طریقہ حضرت کا تھا، وہ ہے وعظ ونصیحت اور علمی بیانات جو پیرومرشد سرکار ربّانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت ملنے کے بعد سے آخر عمر تک جاری رہا جس سے ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔

یوں تو مفسر قرآن اپنی خداداد صلاحیتوں اور استعدادات علمی کی بنا پر جس عنوان کو چاہتے اپنا موضوع سخن بنالیتے اور ایسا مدلل بیان فرماتے کہ سامعین کے ذہنوں میں کوئی بھی اشکال باقی نہ رہتا۔ اندازِ بیان ایسا کہ سننے والے مسحور ہوجاتے لیکن حضرت کے بیانات کا ایک خاص موضوع تھا، وہ تھا موت۔ موت کے عنوان پر جب حضرت تقریر فرماتے تو سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور ایسی منظر کشی فرماتے کہ سامعین کبھی اپنے کفن میں لپٹا ہوا محسوس کرتے تو کبھی قبر میں لیٹا ہوا۔ لوگوں کو عاقبت کی فکر دلانے کے مقصد سے اکثر اس موضوع پر مختلف انداز میں گفتگو فرماتے، کبھی نثر میں تو کبھی نظم میں۔ اِس حوالے سے حضرت کی مشہور زمانہ نظم کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

زندگی کا بھروسہ نہیں مومنوں جتنا ممکن ہو ذکر خدا کیجئے
ساتھ اپنے نہ جائے گا دنیا سے کچھ اس کی الفت کو دل سے جدا کیجئے
مرنے والوں کا کیا تم نے دیکھا نہیں کیا کسی کا جنازہ اٹھایا نہیں
کیا ہمیں بھی اسی سمت جانا نہیں مہرباں غور اس پر ذرا کیجئے
قبر کہتی ہے غافل مجھے بھول مت ایک دن مجھ میں آئے گا سب چھوڑ کر
دم غنیمت ہے کرلے جو نیکی بنے جب قضا آئی پھر کیا ادا کیجئے

آیئے جانتے ہیں دنیا والوں کو فکر عاقبت کی غرض سے موت، جنازہ اور قبر کی یاد دِلاتے رہنے والے اس مرد مجاہد کا جب آخری وقت

قریب آیا تو اُس کا کیا عالم تھا؟

وصال مبارک سے چند روز قبل جب مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو راقم الحروف نے جس کو اُن دنوں حضرت کے علاج ومعالجہ کی سعادت حاصل تھی فوراً ہمارے فیملی ڈاکٹر جناب ڈاکٹر محمد رفیق صاحب سے رابطہ کیا جو شروع سے حضرت کا علاج فرما رہے تھے اور جب بھی طبیعت ناساز ہوتی تو فوراً حضرت کو دیکھنے گھر آجاتے۔ ڈاکٹر صاحب گھر تشریف لائے، حضرت کا چیک اپ کیا، کچھ ضروری جانچیں کروائیں اور ہم لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ حضرت کو ریجنسی ہاسپٹل کانپور میں ضرور دکھا دیں۔

ہم بھائیوں نے جب حضرت سے کانپور چلنے کی گزارش کی تو حضرت نے منع فرمادیا۔ فرمایا کہ ''ہمارے حالات ٹھیک نہیں، ہم اپنے حالات بہتر جانتے ہیں، تم لوگ مزید پریشان مت ہو'' لیکن ہم بھائیوں کے مسلسل اصرار کرنے پر حضرت کانپور جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ ہم لوگ بروز جمعرات ۱۱/اپریل ۲۰۱۹ء حضرت کو لے کر کانپور پہنچ گئے۔ کانپور میں دوران علاج ڈاکٹروں کی رپورٹ امید افزا نہ تھی۔ حضرت نے واپسی باندہ چلنے کیلئے کئی مرتبہ فرمایا کیونکہ اُن کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم ربّانیہ کا جلسہ دستار بندی دوروز کے بعد تھا جس کی حضرت کو بہت فکر تھی۔ جوں جوں دوا ہو رہی تھی مرض بڑھ رہا تھا، جمعہ کو حضرت صبح ہی سے خاموش تھے بہت کم بات کر رہے تھے، آنکھ بند کیے کچھ پڑھتے رہتے۔

اسی دن رات کو مغرب کے بعد حضرت کے پاس ہم اور برادرِ اصغر موجود تھے کہ اچانک حضرت نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نقاہت کی بنیاد پر خود سے بیٹھ نہ سکے۔ ہم نے رموٹ کے ذریعہ فوراً بیڈ کو سرہانے سے اٹھایا۔ حضرت نے بآواز بلند سورۂ مزمل شریف کی تلاوت شروع کردی۔ آواز اتنی بلند تھی کہ ڈاکٹر اور اُن کے معاون فوراً کمرے میں آگئے۔ ہم نے حضرت سے آہستہ پڑھنے کی درخواست کی مگر حضرت محویت کے عالم میں تلاوت کرتے رہے۔ ڈاکٹر اور ان کے ساتھی بھی حیرت اور خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ سورۂ مزمل کی مکمل تلاوت کے بعد ایک کیف کے عالم میں حضرت نے یہ نعت پڑھنا شروع کیا:

کیا جلوے ہیں اس کے پیش نظر سبحان اللہ سبحان اللہ
یہ ارض و سماں یہ شمس و قمر سبحان اللہ سبحان اللہ

اللہ اکبر! جس وقت ترنم میں حضرت یہ کلام پڑھ رہے تھے ایک عجیب کیفیت تھی، پڑھتے پڑھتے ایک وجدانی کیفیت سی طاری ہوگئی۔ آکسیجن پائپ وغیرہ جو مسلسل لگے ہوئے تھے نکال کر پھینک دیا، ڈاکٹروں نے دوبارہ لگانے کی کوشش کی تو اُن کا ہاتھ جھٹک دیا، نہ جانے اس وقت اپنے سامنے کیا دیکھ رہے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سنیچر کی صبح حالت جب زیادہ خراب ہوئی تو ڈاکٹروں نے کہا اِن کو فوراً ''آئی سی یو'' میں لے جانا پڑے گا۔ ہم بھائیوں کے پاس ڈاکٹروں کی بات ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ حضرت کو جب معلوم ہوا کہ ہم کو ICU میں لے جایا جارہا ہے تو حضرت نے ہم لوگوں سے فرمایا ''کہ دیکھو ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا وقت بالکل قریب ہے ہم کو باندہ لے چلو، ہم یہاں مرنا نہیں چاہتے، یہ وحشت ناک جگہ ہے۔ اگر تم لوگوں نے ضد کی تو ہم کو اپنے ساتھ زندہ نہیں لے جا پاؤ گے۔''

یہ بات سن کر برادرِ اصغر نے بے قرار ہو کر روتے ہوئے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ ہم سے وعدہ کریں کہ آپ ہمارے ساتھ زندہ سلامت گھر چلیں گے۔ پہلے تو حضرت نے وعدہ نہیں کیا لیکن جب اِس فقیر نے بھی اصرار کیا تو حضرت نے اس شرط کے ساتھ وعدہ کیا کہ جو جانچیں رہ گئی ہیں وہ مکمل ہونے کے بعد واپس چلو، تاخیر مت کرنا۔

ہم لوگوں نے ایسا اس لئے کیا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو اُس کو ضرور پورا کرتا ہے اور جس نے پوری زندگی اللہ اور اُس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی کے لئے کبھی وعدہ خلافی نہ کی ہو، اللہ اپنے ایسے محبوب بندے کے وعدہ کو آخر وقت ضرور پورا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن اتوار کو ہم لوگ حضرت کو اپنے ساتھ لے کر گھر پہنچے۔ گھر پہنچنے کے بعد چہرہ مبارک میں اوراطمینان وسکون نظر آرہا تھا۔ نقاہت کی بناء پر آواز بہت آہستہ نکل رہی تھی۔ طبیعت کے بارے میں جب پوچھا جاتا تو ہمیشہ کی طرح وہی جواب ہوتا ''الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے''

سب سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ دوران علاج اور اُس وقت بھی جب کہ کسی بھی وقت موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے آسکتا ہے حضرت کے چہرے میں مکمل اطمینان وسکون تھا جبکہ اگر کسی شخص کو اپنی موت کا یقین ہوجائے تو اس کی گھبراہٹ اور بے قراری بڑھ جاتی ہے۔ دراصل وہی طالب علم امتحان سے گھبراتا ہے جس نے

پڑھائی نہیں کی ہوتی ہے اور جس نے سبق اچھی طرح یاد کیا ہوتا ہے وہ امتحان سے نہیں گھبراتا ہے اور جس طالب علم کی تیاری امتیاز خاص اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی ہوتی ہے وہ تو امتحان کا نام سن کر خوش ہوجاتا ہے۔کچھ ایسا ہی مفسر قرآن علیہ الرحمہ کے چہرے کے سکون واطمینان سے ظاہر ہورہا تھا۔کیوں نہ ہو کہ جس نے ہزار ہا خواب غفلت میں پڑے ہوئے افراد کو بیدار کیا ہو اور ان کے اندر فکر عاقبت پیدا کی اور جو خود ہر گھڑی رضائے الٰہی کے حصول میں لگا رہتا ہو،اُس کو موت کا کیا ڈر؟ موت سے تو وہ ڈرتے ہیں جو دنیا کی محبت میں خالق کائنات کے احکام کو فراموش کردیتے ہیں اور عاشق رسول کا تو انداز ہی کچھ جداگانہ ہوتا ہے۔

مفسر قرآن علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں:

قبر میں زیر زمیں جانے سے مومن کیوں ڈرے
جان راحت ہے وہاں رویت رسول اللہ کی

۹؍شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ صبح ہی سے حضرت کی آواز بہت آہستہ نکل رہی تھی اور انفکشن تیزی کے ساتھ جسم کے اندر پھیلتا جارہا تھا۔ڈاکٹروں نے منہ کے ذریعہ غذا دینے سے سختی سے منع کردیا۔گھر کے لوگ وقفہ وقفہ سے آب زم زم شریف چمچہ کے ذریعہ پلا دیتے۔فقیر جب فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت کے پاس پہنچا اور حضرت کو سلام عرض کیا تو حضرت نے سلام کا جواب عنایت فرمانے کے بعد لڑکھڑاتی زبان سے فرمایا ''بیٹا فجر کی نماز پڑھنا ہے تیمم کراؤ''اور تیمم کرنے کے لئے ہاتھ اٹھانے لگے مگر نقاہت کی بناء پر ہاتھ نہ اٹھا سکے۔جسم میں اتنی بھی قوت نہ تھی کہ نماز کیلئے ہاتھ باندھتے چنانچہ اسی حالت میں لیٹے لیٹے حضرت نے پوری نماز ادا کی۔نماز سے فراغت کے تھوڑی دیر کے بعد ہی سے پوچھنا شروع کردیا کہ ظہر کا وقت ہوا کہ نہیں؟ جب ظہر کا وقت شروع ہوگیا تو کافی دیر تک ظہر کی نماز ادا کرتے رہے۔ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد عصر کی نماز کی فکر۔

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہمارے بھتیجے عزیزم سید مشکور ربّانی نے پوچھا ''دادا میاں نعت شریف سنائیں؟''فرمایا ''سناؤ''مشکور ربّانی اور دیگر نبیران مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے کافی دیر تک اجتماعی نعت خوانی کی۔اللہ اللہ ایک عاشق رسول ﷺ کی کیا شان ہوتی ہے آقا کے دیدار کی گھڑی قریب آرہی ہے۔سوزِش عشق کو اور بڑھایا جارہا ہے۔

پھر مغرب کی نماز کی فکر۔۔۔

دو روز سے کچھ نہیں کھایا صرف تھوڑا تھوڑا آب زم زم شریف حلق سے نیچے جارہا ہے،جسم کی طاقت جواب دے چکی ہے،آواز بھی نحیف سے نحیف تر ہوچکی ہے۔نہ بچوں کی فکر۔نہ ہی گھر بار کی فکر۔کوئی شکوہ نہیں۔کوئی سوال نہیں۔کوئی طلب نہیں۔طلب ہے تو رضائے الٰہی کی،فکر ہے تو اپنے معبود حقیقی کی عبادت کی،لگن ہے تو اپنے کریم آقا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی۔حضرت اپنی زندگی کی آخری نماز مغرب ادا کررہے ہیں۔ایک عالم ربّانی،مظہر شان امام ربّانی،جانشین غوث جیلانی،اپنے جداعلیٰ شہید اعظم رضی اللہ عنہ کے کربلا میں کیے ہوئے آخری سجدے کے ذریعہ دِیے گئے پیغام پر لبیک کہہ رہا ہے اور اپنے لاکھوں مریدین و وابستگان کو پیغام دے رہا ہے کہ ''دیکھو! نماز مت چھوڑنا''

اے جہاد اکبر کے میدان کے کامیاب غازیؔ! تمہاری استقامت کو سلام اور جہاد اکبر کے آخری معرکہ کو سر کرنے پر آفریں۔

جب حضرت نماز مغرب سے فارغ ہوگئے تو برادر اصغر مولانا سید محمود میاں نے دیکھا کہ حضرت کے لب ہل رہے ہیں،کان کو منہ کے پاس لے گئے تو آواز آرہی تھی:اللہ اللہ سمجھ گئے کہ جو حضرت کا ہمیشہ کا معمول تھا یعنی بعد نماز مغرب حلقہ شریف پڑھنے کا اُسی معمول کے مطابق حلقہ شریف پڑھ رہے ہیں۔پوچھا ''ابا جی حلقہ شریف پڑھ رہے ہیں کیا؟''اثبات میں سر کو جنبش دی۔پوچھا:ہم لوگ بھی پڑھیں؟ حضرت نے فرمایا ''پڑھو''برادر کبیر حضرت مولانا سید شاہد میاں صاحب قبلہ کے ساتھ سب نے مل کر حلقہ شریف مکمل پڑھا۔حضرت کی آواز تو سننے میں نہیں آرہی تھی مگر لب برابر ہل رہے تھے۔حلقہ شریف مکمل ہونے کے تھوڑی دیر بعد حضرت بالکل خاموش ہوگئے،کوئی حرکت جسم میں نہیں ہورہی تھی۔ڈاکٹر بھی ساری کوششیں کر چکے۔سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔کمرے میں کبھی کلمہ طیبہ کی آوازیں بلند ہوتیں تو کبھی آقا دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام پیش کرکے استغاثہ کیا جاتا کہ اچانک سخت گرمی کے موسم میں ایک تیز ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا۔

محبت میں بجا ہے ضبط گریہ آپ کا غازیؔ
مدینہ سے جو متوالی ہوا آئی تو کیا ہوگا

(مفسر قرآن سید غازی ربّانی)

پاور ہاؤس کا کرنٹ آف ہوگیا،گھر کے جنریٹر کے کرنٹ کی سپلائی

اچانک بند ہوگئی، جیسے کوئی کہہ رہا ہو:

شب وصال ہے گل کر دو اِن چراغوں کو
خوشی کی بزم میں کیا کام جلنے والوں کا

اب وصال حبیب ومحب کی وہ گھڑی آنے والی تھی جس کا انتظار تھا، شب میں ٹھیک ۱۰ ربج کر ۳۵ رمنٹ پر حضرت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

مرتے ہیں جو عشق محمد میں خود موت کو مارا کرتے ہیں
اِس دارِ فنا سے چھٹتے ہی جنت کا نظارہ کرتے ہیں

فوراً ہی حضرت کے وصال کی خبر عالم اسلام میں پھیل گئی، اہل عقیدت اس خبر کو سن کر غم والم میں ڈوب گئے اور اپنے مرشد، اپنے محسن کے آخری دیدار کے لئے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ وصال کے بعد موسم ایک دم تبدیل ہونا شروع ہوگیا۔ دوسرے دن ٹمپریچر تقریباً ۱۰ رڈگری کم ہوگیا۔ اہل شہر نے اظہارِ تعزیت کے لئے اپنے کاروبار اور دوکانیں بند رکھیں۔

بعد نماز ظہر حضرت کے فرزندان ونبیران نے حضرت کو غسل دیا۔ حضرت مولانا سید خوشتر ربّانی وحضرت مولانا سید انور ربّانی صاحبان بھی غسل کے وقت موجود رہے، جنت کے دولہا کو مدینہ طیبہ کا کفن پہنایا گیا۔ حضرت کی وصیت کے مطابق سرکار دوعالم ﷺ کے موئے مبارک شریف حضرت کی آنکھوں کی پتلیوں میں فقیر نے اور برادرِ اصغر نے رکھے۔ سرکار دوعالم ﷺ کے روضہ اطہر کی خاک شریف چہرے اور سینے میں ملی گئی۔ حضرت کا معمول تھا کہ گھر سے جب کوئی مبارک سفر میں روانہ ہوتا تو باآواز بلند صلاۃ وسلام پڑھ کر اور دعا فرما کر اُس کو رخصت کرتے۔ اسی معمول پر عمل کرتے ہوئے بعد نماز عصر گھر والوں نے صلاۃ وسلام پڑھا، مگر ہم لوگوں کے کان حضرت کی دعائیں سننے سے محروم ہو چکے تھے۔ جنازے کو گھر کے بالائی حصہ میں لاکر رکھا گیا جہاں اعزہ واقارب نے حضرت کا آخری دیدار کیا۔

بعد نماز مغرب جب آستانہ ربّانی کے مین گیٹ سے حضرت کا جنازہ باہر آیا تو ہزاروں عقیدت مندوں کا جم غفیر موجود تھا۔ آستانہ ربّانی سے جامعہ ربّانیہ تک جس کی مسافت ساڑھے تین کلومیٹر تھی۔ پورا مجمع کلمہ طیبہ کا ورد کر رہا تھا، وقفہ وقفہ سے اہل عقیدت نعرہائے تکبیر و رسالت اور مفسر قرآن زندہ باد، ربّانی دولہا زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا سروں کا سمندر ہو اور اُس میں حضرت مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک جنازہ تیر رہا ہو۔

جامعہ ربّانیہ کا وسیع وعریض میدان پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا، جہاں جس کو جگہ ملی وہاں لوگوں نے صف بندی کر رکھی تھی، اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء، مشائخ، عمائدین ورؤسا، عوام وخواص سب اللہ کے ایک ولی کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے صف بستہ تھے۔ حضرت کے بڑے شہزادے صاحب سجادہ حضرت مولانا سید شاہد میاں ربّانی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور حرا کیمپس، نرینی روڈ باندہ میں حضرت کی وصیت کے مطابق تدفین عمل میں آئی۔ راقم الحروف اور برادر اصغر نے حضرت کو قبر شریف میں اتارا۔ ہزاروں چاہنے والوں نے نمناک آنکھوں سے اپنے محسن کو رخصت کیا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

رب قدیر حضرت کی مبارک زندگی سے ہم سب کو نصیحت حاصل کرنے اور اپنی فکر عاقبت کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور ان کے روحانی فیض سے ہم سب کو مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

☆صدر المدرسین دار العلوم ربّانیہ، باندہ، شہزادۂ مفسر قرآن

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں میں سے اور تمہارے اولاد میں سے دشمن ہیں تمہارے، تو اُن سے بچو (یعنی ہوشیار رہو) ایسا نہ ہو کہ ان کی خاطرداری میں تم دین داری اور شریعت پر عمل کرنے سے دور ہو جاؤ)

(ملفوظات مفسر قرآن، ص:۱۲۶)

''ملفوظات مفسر قرآن'' میں اس طرح کی انمول بحثیں ہیں جن کے پڑھنے سے ایمان کو تازگی اور ذہن ودماغ کو بالیدگی ملتی ہے۔ یہ کتاب کل ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جس کی اشاعت ۲۰۱۲ھ میں ہوئی ہے۔

ربانی شخصیت شناسی

علماء ومشائخ باندہ و بریلی کے علمی روحانی روابط

ملک ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے مشرقی خطہ میں شہر باندہ شریف کے خانوادۂ ربّانیہ میں شمع مشعل تصوف شریعت وطریقت کے عمیق تجوف خانقاہ ودرسگاہ کے بے جوڑ تعطف حضرت مفتی سید غازی ربّانی نوراللہ مرقدہ کے وصال پر ملال کی خبر پر اضمحلال موصول ہوئی تو سنتے ہی سینہ بے کیف پر ہزاروں بجلیوں کے یک بارگی گرنے کا احساس ہوا۔قلب وجگر پاش پاش ہونا چاہتا تھا کیونکہ دوسری طرف بڑی شدت سے یہ احساس سطح ذہن پر رقص کرنے لگا کہ سال رواں میں موت کی بادِسموم نے کتنے گل خندیدہ وغنچہائے زیب دیدہ کو اجل کی آغوش میں سلا کر چمن اسلام کو کتنی بڑی حدتک محرمیوں سے دوچار کردیا۔یقیناً خانوادۂ ربّانیہ کے عظیم بزرگ حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کا وصال عوام وخواص اہل سنت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

زمانے کی ریت رہی ہے کہ جب خزاں آتی ہے اور پت جھڑ کے زمانے کی کھنکتی ہوئی خشک ہوائیں ذہن ودل کو غمناک کردیتی ہیں، رنگ چمن دیکھ کر مالی کی اداسی خزاں رسیدہ چمن پر نوحہ کناں ہوتی ہے لیکن وقت گزر جاتا ہے اور پھر بہار آجاتی ہے، یکا یک ویرانیاں مسکرانے لگتی ہیں، خشکی تری سے بدل جاتی ہے، غنچے چٹخنے لگتے ہیں، گل وبلبل وجد میں آجاتے ہیں، ڈالیاں ہری بھری گونا گوں رنگوں کے ہزاروں پھولوں سے لدجاتی ہیں اور کلیوں کی مسکان پر شبنم کا چھڑکاؤ زندگی کے تاروں پر نئی راگنی چھیڑ دیتا ہے، ہرطرف زندگی ہی زندگی ہوتی ہے مگر پھر چشم نرگس دیدہ ور ہے ہزاروں سال محروم رہتی ہے اور تمام تر شادابیوں کے باوجود مالی کو اُسی دیدہ ور کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

بلاتمثیل خانوادۂ ربّانیہ کے عظیم بزرگ حضرت مفتی سید غازی ربّانی صاحب اُسی دیدہ ور کا نام ہے کہ چشم نرگس جس کے لئے ہزاروں سال اشکباری کرتی ہے۔غازی ربّانی صاحب کی عظمت وشان کا کیا کہنا اُن کے روابط خانقاہ رضویہ بریلی شریف سے بہت مضبوط تھے۔اس کا منہ بولتا ثبوت تو یہی ہے کہ ۱۳۹۱ھ میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ خود باندہ شریف کے دارالعلوم ربّانیہ کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر تشریف لے گئے۔بوقت رخصت علماء ومشائخ کی موجودگی میں حضرت سید غازی ربّانی صاحب نے مفتی اعظم سے فرمایا کہ حضور! میرے لئے دعا فرمادیجئے۔بس اتنا کہنا تھا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کے زبان فیض ترجمان اپنے والد اعلیٰ حضرت کے پلائے ہوئے جام احترام سادات کی چاشنی لئے کچھ یوں گویا ہوئی کہ حضرت آپ آل رسول ہیں آپ کا مرتبہ بلند ہے، میرے سر پر دست شفقت رکھیں اور میرے لئے دعا فرمادیں۔حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں آپ کی شان بالانشان میں یہ جرأت کیسے کرسکتا ہوں ،البتہ آپ کا حکم ہے تو میری دعا ہے کہ آپ جیسے بزرگوں کا سایہ اہل سنت کو تادیر میسر رہے۔ماشاءاللہ کیا پرخلوص گفتگو ہوئی دونوں بزرگوں کے بیچ۔

دارالعلوم ربّانیہ کے سالانہ جلسے میں اُس بار میری بھی شرکت ہوئی اور جب جب میں موصوف علیہ الرحمہ سے ملا تو یقیناً اخلاقیات کی بلند ترین منزل پر فائز پایا پھر کچھ ہی دنوں بعد یہ جانکاہ خبر موصول ہوئی۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب العزت حضرت سید غازی ربّانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کو نور سے بھر دے اور بلندی درجات عطا فرمائے ،گھر والوں کو صحت وسلامتی عطا فرمائے ،صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے اور تمام اہل سلسلہ ووابستگان کو نعم البدل عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

☆ نبیرۂ اعلیٰ حضرت ،خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد توصیف رضا خان بریلوی

خادم مرکز اہلسنت جامعہ اعلیٰ حضرت ،رضانگر ،سوداگران ،بریلی شریف ،اتر پردیش

حضرت مفسر قرآن جلوۂ سرکار ربّانی

ہمارے خانوادہ (خاندان ربّانی) کی وہ عظیم شخصیت جن کو دنیائے اسلام مفسر قرآن جلوۂ سرکار ربّانی حضرت علامہ پیرومرشد سید غازی ربّانی

رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے، دنیائے اسلام وسنیت کا وہ درنایاب جس کی درخشاں کرنوں نے بدعات وضلالت کی گمراہ کن وادیوں میں شریعت وسنت کی لازوال تابندگی سے قلب مضطر میں شمع ایمانی روشن فرمادیں جن کی تمام تر زندگی مرشد برحق پر توئے مخدوم جلال اعظم سرخ پوش استاد السلطان نواب باندہ حضرت قطب الاقطاب محدث اعظم سید امانت علی رحمۃ اللہ علیہ کے تاج سر، مرشد کامل سرکار ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وتقویٰ، شریعت وطریقت، علوم وفنون ظاہری وباطنی، اعزانوازی غریب پروری، خردنوازی ومہمان نوازی میں آئینہ دار ہیں۔

حضرت کے اوصاف حمیدہ میں کیا بیان کروں درحقیقت علم وعمل، صدق وصداقت، فہم وفراست، تقویٰ وطہارت، پاک طینت دل نشین صورت وجیہ شباہت والی شخصیت گفتار وکردار میں بے مثال آپ کے مصداق ہر دل عزیز مرشد کامل خانوادۂ حسین اعظم کے شگفتہ گل عاشق رسول ﷺ باغ قادریت کے مہکتے پھول آل رسول حضرت مفسر قرآن بے گماں آپ ہیں۔

فقیر جب بھی حضرت والا کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، یوں محسوس ہوا گویا میں نے اپنے والد گرامی منزلت شیخ المشائخ سلطان الواعظین حضرت علامہ الحاج سید وجود القادری رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت پدرانہ کا کیف حاصل کرلیا۔ جب مفسر قرآن کے قدموں سے آنکھیں مل کر بوسہ دیا فوراً دعاؤں کا سیلاب محبت بصورت فیضان روحانی وباطنی جاری وساری ہوگیا۔ گویا دامن مراد گل مقصود سے پر ہوگیا۔ بے ساختہ آنکھوں سے اشک جاری ہوجاتے اور دل باغ باغ ہوجاتا اور اپنے مقدر پر رشک ہوتا۔ مولیٰ تعالیٰ ہم تمامی کو اپنے بزرگوں سے ایسی ہی وابستگی عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مفسر قرآن کی دینی وعلمی خدمات کا ایک جہان آباد ہے۔ آپ کے دین وعلم کے عظیم قلعے شاہد عادل ہیں۔ آپ شخصیت نہیں انجمن ہیں۔ احقر کی بساط نہیں کہ موصوف کے شایان شان اس عظیم المرتبت ہستی کے کچھ تحریر کرسکے۔ قبول فرما کر نوازش فرمائیں۔

☆ امام الواعظین رئیس المتکلمین، حضرت علامہ سید کوثر ربّانی مدظلہ العالی

(سرپرست اعلیٰ خانوادۂ ربّانی) سجادہ نشین سرکار محدث اعظم باندوی وسرکار سلطان الواعظین رحمۃ اللہ علیہما

مفسر قرآن کا جانا، ملت کا عظیم خسارہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

آقائے کریم رؤف الرحیم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے یعنی روئے زمین کے بہترین لوگ نگاہ مصطفی جان رحمت ﷺ میں وہ لوگ جو قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں مفسر قرآن علامہ سیّد غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی زندگی کا بیشتر حصہ جو نصف صدی سے زائد پر محیط ہے وہ خدمت قرآن اور وہ بھی صاحب قرآن ﷺ سے قریب کرنے کے لئے گزرا۔ ظاہری آخری ایام تک حضرت کا یہی مشغلہ رہا حتی کہ جب حضرت مرض وصال میں تھے اُس وقت آپ کی زبان پر قرآنی آیات کا ورد جاری تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور والا کے دل میں قرآن مقدس سے کتنی محبت تھی۔

مصطفیٰ کریم رؤف الرحیم ﷺ نے قرآن مقدس کے تالی (تلاوت کرنے والے) کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بھی قرآن مقدس پڑھنے والوں سے فرمایا جائے گا، اے قرآن پڑھنے والے! قرآن پڑھتا جا اور بلندی پر چڑھتا جا۔ مفسر قرآن کا ایک خاص وصف تھا کہ جب بھی حضرت خطاب فرماتے، اکثر قرآنی آیات کی تفسیر سے ہی فرماتے بلکہ تفسیر بھی وہ جس کو مفسرین سب سے اعلیٰ تفسیر قرار دیتے ہیں جسے تفسیر قرآن بالقرآن کہا جاتا ہے۔ انداز انتہائی سادہ اور ایسا دل نشین کہ عام لوگوں کے بھی سمجھ میں آجائے۔ جہاں گئے ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا جس کی بہترین مثال سورت جیسا شہر ہے جہاں حضرت کی خدمات ماتھے کی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ افسوس ایسی فقید المثال ہستی ہمارے درمیان سے رخصت ہوئی جس کا ہمیں بے پناہ احساس ہے۔ حضرت کے جانے سے اہلسنت کا عظیم نقصان ہوا۔ جو جاتا ہے اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا ہے۔ اس خلا کا پُر ہونا آسان نہیں چونکہ مفسر قرآن ایک علمی شخصیت کے حامل تھے اور جو علم کے ذریعہ زندہ رہتا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ اس قول کے مصداق حضرت ہمارے درمیان

علمی خدمات کے حوالے سے ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے۔ مجھے پتہ چلا کہ حضرت کی حیات وخدمات پر ایک مجلہ شائع ہورہا ہے تو میں نے بھی چاہا کہ حضرت مفسر قرآن کے مداحوں کی فہرست میں اپنا نام بھی درج کرالوں مگر مصروفیت کی وجہ سے کچھ زیادہ لکھنے سے قاصر ہوں اس لئے عجلت میں چند سطور سپرد قلم کردیا۔ اللہ تعالیٰ مفسر قرآن کے درجات بلند فرمائے اور حضرت کے شہزادگان کو حضرت کا سچا جانشین بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

☆ خاکپائے علماء وصلحاء حضرت مولانا محمد شاکر علی نوری (امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی)

اک شمع جل رہی تھی سووہ بھی خموش ہے

هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ مجھے اس خبر سے نہایت حسرت ہوئی آہ اہل خاندان اپنے اور مکتبہ اسلامیہ کے محسن مفسر قرآن علامہ سید غازی ربّانی کی زندگی کے ہمہ جہت گوشوں کو صفحہ قرطاس پر ثبت کرنے جارہے ہیں، تاثرات کے طور پر یہ چند جملے خراج محبت کے طور پر حاضر ہیں۔

خانوادہ ربّانی شہر باندہ (یوپی) کا وہ مشہور ومعروف علمی گھرانہ ہے جس کے ایمان وعمل اور علم وفضل کی خوشبو عرصہ دراز سے اکناف ہند میں اپنی عطر بیزیوں سے مشام جانِ انسانیت کو معطر کرتی چلی آرہی ہے۔ خاندان ربّانی کے علماء ومشائخ اپنے علم وعمل اور زہد وتقویٰ کے ذریعہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو علم دین کا شیدائی اور عمل صالح کا فدائی بنانے میں حتی المقدور کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی اور بڑی حد تک کامیابیوں سے ہمکنار بھی ہوئے۔ دارالعلوم ربّانیہ کے بلند میناروں سے صدائے حق گونجتی ہوئی دیار وامصار کو فیضیاب کررہی ہے۔ حضرت مولانا وجود القادری ربّانی، حضرت مولانا مظہر ربّانی، حضرت مولانا غازی ربّانی علیهم الرحمة والرضوان ان نادرونایاب لوگوں میں تھے جن کے علم وعمل کے آئینے میں ہمیں اپنے اسلاف کی چمکتی ہوئی تصویر دکھائی دیتی ہیں۔ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ماضی قریب میں مفسر قرآن حضرت علامہ سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کا دارِفانی کی طرف کوچ کرنا اہلسنت کیلئے بڑا ہی علمی وعملی خسارہ ہے جسے دردمندان محبت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ مگر كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وہ حقیقت ہے جس کے آگے ساری مخلوق سپر ڈالے ہوئے ہے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دنیا کیا ہے   کوئی آئے کوئی جائے یہ تماشا کیا ہے

دنیائے فانی میں ہر مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یہ ایک ایسی ازلی وابدی حقیقت ہے جس پر ہر مرحلے اختلاف کرنے اور رکھنے والے لوگ بھی متفق ہیں۔ پروردگار نے انسان کو ایک بااختیار مخلوق بنا کر پیدا کیا ہے اسی کی مقدس ذات نے موت وحیات کو بھی خلق فرمایا اور ان دونوں کی تخلیق کا مقصد بھی سمجھایا، ارشاد ربّانی ہوتا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (سورہ ملک)

ترجمہ۔ ہم نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کے درمیان تمہیں آزمائیں کہ تم میں حسن عمل کا مالک کون ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں اور کفر وشرک فسق وفجور، ناجائز خواہشات پر قدغن لگا کر حسنِ عمل اور رضائے الٰہی کے ساتھ دنیا میں زندگی گزار کر اپنے خالق حقیقی سے اُخروی نجات کا پروانہ حاصل کرتے ہیں۔ شریعت مطہرہ پر عمل کرنا اور کروانا، تعلیم دین حاصل کرنے کے بعد مخلوقِ خداوندی کو علم وعمل صالح سے مستفیض فرمانا ہمیشہ اللہ والوں کا شیوہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ انہی خوش نصیب ہستیوں میں مفسر قرآن حضرت علامہ سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی ذاتِ بابرکت دورِ حاضر میں ایک نمونہ علم وعمل تھی جنہوں نے علوم اسلامیہ کے مختلف شعبوں میں بے نظیر خدمات انجام دیں۔

وہ ایک مفسر، ایک مقرر، ایک مصنف، ایک محرک کی حیثیت سے منظر عام پر آئے اور ہر شعبے میں تشنگان شریعت ومعرفت کو سیراب کرتے رہے۔ ان کی دینی وملی کاوشوں کا بہترین نمونہ ''ملفوظاتِ مفسر قرآن'' میں پوری شان سے نمایاں ہے۔ توحید ورسالت عقیدۂ آخرت اور بُنِیَ الاسلام علی خمس پر اُن کا شاندار بیان ان کے سوزِ دروں کا بہترین شاہکار ہے۔ عوام المسلمین کیلئے ان کے ملفوظات کو نسخہ کیمیا اثر کا درجہ رکھتے ہیں۔ خاص طور پر موجودہ تبلیغ اسلام کا جائزہ اور اس کی خامیوں کی اصلاح کے عنوان سے انھوں نے جس طرح کا کرب واضطراب محسوس

کیا ہے ضرورت ہے کہ ان کی درد سے بھری آواز پر لبیک کہا جائے اور اپنی خامیوں کو دور کر کے رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھال کر اپنے اسلاف کی دینی وعملی قربانیوں کو اظھر من الشمس کیا جائے۔ مدارس اسلامیہ اور خانقاہوں کو خوامخاہوں کا مرکز ہونے سے بچایا جائے۔ ہمارے یہی وہ مراکز تھے جہاں سے دین اسلام کی روشنی چاردانگ عالم پھیلی اور صالح علماء وخداترس صوفیائے کرام نے دنیا کو خشیت ربّانی اور اعمال صالح سے مالا مال فرمایا۔ آج مدارس اور خانقاہیں اپنے اصل پہچان سے بھٹکتی دکھائی دے رہے ہیں۔(الّا ماشاء اللہ) جولوگ حال اور قال کے ذریعہ دنیا کو درس ہدایت دینے کے مدعی ہیں وہاں خودہی چراغ تلے اندھیرا دکھائی دیتا ہے۔

ہوا یہی جو رہے گی تو اے نقیب بہار — کہاں سے آئیں گی رانائیاں چمن کے لئے

دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا مرحوم کی خدمت دینی کو قبول فرما کر اُنہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے فرمودات سے ملت اسلامیہ کو حسن عمل کی توفیق بخشے۔ اُن کے مریدین اور متوسلین کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

☆ خطیب الہند علامہ عبید اللہ خان اعظمی، سابق ممبر آف پارلیمنٹ، ہری چوک گریٹر نوئیڈا

حضرت مفسر قرآن روح وجسم کے طبیب

پیر طریقت رہبر شریعت مفسر قرآن محسن سورت حضرت ومولانا سید شاہ محمد مقصود ربّانی عرف غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ جہاں آپ مفسر، فقیہ وعالم اور پیر تھے وہیں آپ سند یافتہ حکیم وطبیب بھی تھے جہاں آپ نے مدرسہ میں رہ کر نحو وصرف، منطق وفلسفہ، فقہ وتاریخ اور قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا وہیں آپ نے بعد فراغت B.I.M.S کی ڈگری بھی حاصل کی۔ مفسر قرآن کی ظاہری تعلیم پر نظر ڈالیں تو آپ نے ناظرۂ قرآن اپنے والدین کریمین رحمہما اللہ سے مکمل کیا۔ بعدۂ ابتدائی عصری علوم جماعت چہارم تک جبل پور (ایم، پی) میں حاصل کیا۔ درس نظامی (عالم وفاضل کورس) کی تکمیل دارالعلوم عالیہ قادریہ بدایوں شریف (یوپی) سے کی، قرأت وتجوید کیلئے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے بدایوں شریف کے قیام کے دوران ہی آپ نے عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے منشی مولوی عالم وفاضل بھی کرلیا۔ تجوید وقرأت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے حکمت وطب میں B.I.M.S کی ڈگری حاصل کی۔ تکمیل علوم کا عیسوی سن ۱۹۴۷ء ہے۔

تکمیل علوم کے بعد آپ کی خدمات کا دور شروع ہوتا ہے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے گئے، وہ دور ہندو پاک کی تقسیم کا دور تھا۔ آپ کے والد محترم اپنے اہل خانہ کے ساتھ حیدرآباد ہجرت کر گئے، جو اب تک ایک الگ ریاست تھی۔ حیدرآباد میں مفسر قرآن نے اپنی طبی خدمات کا آغاز کیا جہاں گورنمنٹ میڈیکل آفسر کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ ابھی تقرری کو چند ماہ ہوئے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار وصال فرما گئے۔ اسی دوران حیدرآباد ریاست ہندوستان میں ملحق ہوگئی تو آپ دوبارہ اپنے وطن تشریف لے آئے۔ اس دوران آپ رشتۂ زوجیت سے منسلک بھی ہوگئے۔ شادی کے بعد حضرت عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ عربیہ ناگپور کے اصرار پر آپ ناگپور تشریف لے گئے اور یہاں آپ نے درس نظامی کی کتابوں کا درس دیا جس میں صرف ونحو، عربی وفارسی، اصول وفقہ، حدیث وتفسیر وغیرہ علوم کی کتابیں شامل تھیں، دوران تدریس حضرت مفتی عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ میں ایک شعبہ بنام ''شعبہ علاج'' کا اضافہ فرمایا۔ اس کی ذمہ داری حضرت مفسر قرآن کے سپرد کی۔ یہیں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیک وقت جسم وروح کی صحت وسلامتی کی خدمت کا آغاز کیا جو تادم حیات جاری وساری رہا جس سے بیشمار بندگان خدا فیض یاب ہوتے رہے۔

جامعہ عربیہ ناگپور میں آپ نے تین سال خدمت انجام دی، اس کے بعد مفسر قرآن گھر تشریف لے جاتے ہیں جہاں آپ اپنے دادا جان عارف حقانی پیر ثانی حضرت سرکار ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت فرماتے ہیں۔ حضرت سرکار ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اب آپ روحانی وتبلیغی دوروں کا آغاز کریں۔ مفسر قرآن نے جہاں اپنی حکیمانہ صلاحیت سے بے شمار بندگان خدا کا علاج فرمایا، وہیں آپ کی ذات والا بابرکات سے لاکھوں بیمار روحوں کو صحت وسلامتی عطا ہوئی۔ آپ کے دورۂ سورت سے پہلے عوام

توعوام بعض خواص بھی خلط ملط کا شکار تھے کسی کو کوئی تمیز نہ تھی۔ یہ تو آپ کی تبلیغ وروحانیت ہی کی دین ہے کہ لوگوں نے اپنوں میں چھپے منافقوں کو پہچانا اور اپنے آپ کو بے ایمان وگمراہ ہونے سے بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج شہر سورت میں مفسر قرآن کو بلا اختلاف عوام وخواص ''محسن سورت'' سے یاد کیا جاتا ہے۔ مفسر قرآن کے تبلیغی وروحانی دوروں کو آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ مسلسل دو دو تین تین ماہ تک روزانہ تقریر فرمانا وعظ ونصیحت کی محفلیں قائم کرنا بندگان خدا کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اصلاح اعمال پر بھی آپ کی توجہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج شہر سورت میں لاتعداد آپ کے حلقۂ ارادت سے لوگ وابستہ ہیں اور بحمد للہ اکثر وبیشتر ایمان وعقیدہ کی صحت کے ساتھ ساتھ صوم وصلوۃ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے پابند نظر آتے ہیں اسی لئے بلاتردد آپ کی شان میں یہ جملہ آتا ہے کہ ''مفسر قرآن طبیب جسم وروح ہیں''

ابونجیب سید محمد محی الدین، خطیب وامام جامع مسجد، حضرت خواجہ دانا، سورت، گجرات

مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی مجیب اشرف رضوی کی تقریر برموقع عرس چہلم مفسر قرآن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ درود شریف پڑھ لیجئے۔ اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا | وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

میرے دوستو! میں تمام خاندان ربّانی شریف کی بارگاہوں میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، جنھوں نے عرصۂ دراز سے ہندوستان کی سنگلاخ زمین پر ربّانی بارش کر کے روحانی اناج اور روحانی پھل پھول اگائے ہیں اور اُن حضرات کو آبائی وراثت میں یہ خوبیاں ملی ہیں۔ ان کا شجرہ روحانی چونتیس واسطوں سے حضور ﷺ سے جاملتا ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا | تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اللہ کے رسول ﷺ کی ایک حدیث قدسی جو طویل ہے بیان فرمایا: اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں کسی بستی پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں اور اپنا جلال اتارنا چاہتا ہوں تو مجھے کوئی اس بستی میں اللہ والا ذکر اللہ اللہ کرنے والا اللہ کا مقبول بندہ نظر آتا ہے تو اس بندے کی وجہ سے میں اپنا جلال اتارنے سے پہلے لوٹا لیا کرتا ہوں۔ اس حدیث میں بتایا کہ اللہ والوں کا وجود کسی بستی میں، اللہ کے عذاب سے پوری بستی کو بچا لیتا ہے۔ ارے سب لوگ احسان مانو! وعدہ کرو تم کتنا بھی ہتھوڑا چلاؤ، بانی خاندان نے تم کو محبت رسول کے دامن سے باندھا ہے، اس لئے وعدہ ہے، یہ باندھا باندہ ہے ہتھوڑے سے چور چور نہیں ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ اللہ والے کا وجود ایک نہیں۔ ایک سے ایک ہے۔ ایں خانہ آفتاب است

اس لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یارسول ﷺ

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا | وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

ہتھوڑا ٹوٹ جائے گا یہ بہکنے والے نہیں۔ یاد رکھنا غازی ربّانی صاحب علیہ الرحمہ نے جو خدمتیں کی ہیں میں پینتالیس سال سے ان کی خدمت کا شاہد ہوں۔ سورت کے علاقے میں بنیاد رکھی ہے، احیائے سنت کا فاؤنڈیشن حضرت غازی ربّانی نے رکھا ہے۔ آج اس کے اثرات گلی کوچوں میں نظر آرہے ہیں۔ اے لوگو! ہم سب بعد میں آنے والے ہیں وہ ہمارے بزرگوں میں شامل ہیں۔ میری عمر کتنی ہوگئی معلوم ہے؟ ۸۴؍سال مکمل ہوگئے اور ۸۵؍سال رننگ ہے۔ ۴۵؍سال سے حضرت کے خدمات کو میں نے دیکھا ہے اسٹیج پر بیٹھا ہوں ان کے مواعظ سنے ہیں جب پتہ چلا تو میں بھی ۸۴؍سال کی عمر میں کشاں کشاں بارگاہ ربّانی میں حاضر ہوا۔ ایسا منظر دیکھا ماشاء اللہ۔ غازی جب میدان میں اترتا ہے۔ منظر سامنے ہوتا ہے کس شان سے اترا، جب وہ اپنے جوہر حرب کو دکھاتا ہے جنگ کے فن کو دیکھتا ہے تو اُس وقت خدا کی قسم! اُس کا ہر ہر ہتھیار رب کے یہاں اس

کی بہادری اور خدمت دین کا شاہد ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اس کے حامد ہوتے ہیں، اس کی تعریف کرتے ہیں اور لڑنے والا محمود بن جاتا ہے۔

حضرت غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے شہزادوں کو نام چن چن کر رکھا ہے۔ ایک ہے منظر، اور شاہد دیکھنے والے حامد، کیا جو ہر جنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ کتنے گمراہوں کا سر قلم ہو گیا۔ ادھر سے وہ محمود نظر آ رہا ہے۔ سارے کے سارے جنگ مناظر کو جمع کر دیا ہے اور میں ان کی قدر کرتا ہوں، ان کی عزت کرتا ہوں۔ مجھ سے کہا گیا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ حالاں کہ کھڑے ہو کر نہیں بولتا ہوں اور نہ میرے اندر طاقت لیکن شہزادے سادات، مشائخ نیچے بیٹھیں اور میں کرسی پر بیٹھوں؟ یہ میں نے قطعاً مناسب نہیں سمجھا۔ اور راہِ سلوک میں بے ادبی گمراہی کے درجے تک ہے۔ ادب ہی ادب جب اللہ فیض عطا فرماتا ہے۔ اولیائے کرام کے آداب، مریدوں کے آداب سلوک کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔

ہمارے گاؤں کے نام بھی عجیب ہیں۔ بریلی شریف کا نام کیا ہے۔ بریلی شریف۔ عربی میں اس کا تجزیہ کیا جائے تو بری کے معنی آزادی، رہائی، اور ''لی'' اسم ضمیر ہے یہ بری یُلّی، برأت اور جہنم سے آزادی ہمارے لئے ہے۔ اور دیو بند! کوئی اچھا معنی نکال کے بتاؤ! باندھا سے اچھا معنی نکال لیا میں نے، ہتھوڑا کا کوئی اچھا نام نکال کے بتاؤ۔ ایک جگہ ہے گجرات میں ڈھابیر۔ مہاراشٹر اور گجرات کے باڈر پر ہے انکل بیر، نام تو دیکھو، ڈھابیر، سن کے ایسا ڈھب ڈھبا تا ہے، آدمی یہ کون سا نام لیا گیا۔ میرے دوست ہمارے یہاں کا نام بھی بہت اچھا ہے۔ مبارک پور، کچھوچھہ شریف، اجمیر شریف، قرآن تو فرماتا ہے جس میدان میں جس وادی میں کوہ طور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نعلین پہنے ہوئے گزر رہے تھے تو ربّانی اعلان ہوا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ اے نبی ایک شریف اور ایک پاکیزہ وادی سے گزر رہے ہیں۔ اپنے جوتے ادھر نکال۔ قرآن کی نص ہے وہ پہاڑ جس پر ایک سوئی کے ناکے کے برابر ایک دن تجلی پڑی تھی اور جس شہر میں اللہ کا ولی آیا۔ اسے شریف کہنا قرآن نے ہمیں حق دیا۔ اجمیر شریف تو ہم اس لئے کہتے ہیں بریلی شریف، کچھوچھہ شریف، باندھا شریف، کلیر شریف۔ ان شاء اللہ اس کی شرافت ہمیشہ باقی رکھے اور جو لوگ ان سے بندھے ہوئے ہیں دین میں انہیں شرافت پائی گئی۔ یہ چند جملے تھے جو ربّانی خاندان اور اُن کے بزرگوں کے لئے میں نے عرض کیے ہیں، اللہ اسے شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی مجیب اشرف علیہ الرحمۃ کی تقریر کے چند اقتباسات یہاں نقل کیے گئے ہیں، جو مفسر قرآن پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ کے عرس چہلم میں بیان کیے گئے جس میں ضلع ''باندہ'' جو کہ خانوادۂ ربّانیہ کا مسکن ہے اُسے ''باندھا'' سے تعبیر کیا گیا۔ اُسی ضلع باندہ میں ایک گاؤں ''ہتورا'' ہے جہاں دیوبندی مکتب فکر کا ایک جامعہ بھی ہے جسے مفتی اعظم مہاراشٹر نے ہتھوڑا سے تعبیر کیا ہے۔

مفسر قرآن کا اسم مبارک اسم بامسمی

مفسر قرآن حضرت العلام سید غازی ربّانی رحمہ اللہ الباری کے دوسرے عرس شریف کے موقع پر خانوادۂ ربّانیہ کی جانب سے حضرت ممدوح کے درخشاں پہلوؤں کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے تو احقر بھی اپنی اس کوشش کو بطور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے:

س۔ سیدھی راہ بتانے والے
ی۔ یقیناً خدا کا قرب دلانے والے
د۔ دردناک عذاب سے بچانے والے
غ۔ غرور و تکبر سے دور کرنے والے
ا۔ اللہ کی رحمت میں چھپانے والے
ز۔ زحمت کو رحمت بنانے والے
ی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت دلانے والے
ر۔ روز محشر ہم عاصیوں کی مغفرت کرانے والے
ب۔ بارگاہ خداوندی میں ہمیشہ آنسو بہانے والے
ا۔ اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے والے
ن۔ نورِ نبی کی نعت پڑھانے والے
ی۔ یہ جہاں اور وہ جہاں میں کامیابی دِلانے والے

حضرت مفسر قرآن سید غازی ربانی رحمہ اللہ الباری

مولانا محمد عابد حسین نظامی، ناظم تحریک فیضان انوار اللہ، حیدر آباد (تلنگانہ)

اصلاح معاشرہ

بندیل کھنڈ میں مفسر قرآن کی دینی خدمت

مولانا شعیب اللہ قادری★

حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی دینی خدمات ان کی حیات مبارکہ کے بیشتر لمحات کو محیط ہے جو چند طریق پر منقسم ہے:

تفسیر قرآن، دعوت وتبلیغ اور تصنیف کتب۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے مذکورہ جملہ کمالات سے عوام و خواص نے استفادہ کیا ہے۔ آپ نے ربّانیہ مسجد ہاتھی خانہ باندہ میں ماہ رمضان کی مبارک ومسعود شبوں میں تراویح کے بعد مسلسل ۴۵ سال تفسیر قرآن بیان فرمایا۔ تفسیر قرآن میں آپ کا اندازِ بیان اتنا حسین اور پر اثر ہوتا جو صرف سننے سے تعلق رکھتا ہے، آپ کے نکات، سحر البیانی اور پر اثر لہجے نے مانو قرآن کو زبان عطا کر دیا ہو۔ کتنے بے عملوں نے تائب ہو کر راہ عمل اختیار کیا، بدمذہبیت کے جراثیم سے آلودہ ہو رہے لوگ مذہب اہل سنت کی اعتدالی شاہ راہ پر مستعدی سے گامزن ہو گئے۔

مفسر قرآن ہندی اردو میں درجنوں کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں آپ نے شرعی مباحث کو انتہائی وسہل وسلیس انداز والفاظ میں بیان فرمایا کہ ہر خاص وعام کیلئے لائق استفادہ وافادہ ہو سکیں۔ آپ نے سراپا عشق مصطفیٰ ﷺ میں سرشار ہو کر عالم جذب ووجد میں ایسے اشعار کہے ہیں کہ اگر آج بھی کسی محفل میں ان اشعار کو پڑھا جاتا ہے تو سامعین پر کیفیت وجد طاری ہو جاتی ہے اور ان کے قلوب عشق مصطفیٰ ﷺ کے دریا میں غوطہ زن ہو جاتے ہیں البتہ سب سے زیادہ امت نے آپ کی دعوت وتبلیغ سے فائدہ حاصل کیا ہے۔

عوامی خدمت دین کا وافر حصہ وعظ وتقریر ودعوت وتبلیغ پر منحصر ہے اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جس کو اسلامی کتب اور لٹریچر پڑھنے کا وقت میسر نہیں، اس کے لئے اللہ عزوجل اور رسول کریم ﷺ کے فرامین واحکام اور اسلامی تہذیب وثقافت سے آگاہی کا ذریعہ دعوت و تبلیغ ہے۔ ہر دور میں اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے چند افراد کو یہ ہنر عطا فرما کر خدمت دین پر مامور فرماتا ہے جن کی بے لوث خدمت دین سے دین اسلام کو فائدہ عظیم پہنچتا ہے اور امت کو کفر کی تاریکی اور فسق و فجور کی مذموم عادتوں سے نکلنے کا موقع میسر ہوتا ہے۔

انہی افراد میں سے ایک فرد منفرد المثال حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فن میں مہارت تامہ سے بہرہ ور فرمایا۔ آپ کا وفورِ شوق اس راہ میں اس قدر فزوں تھا کہ ضرورتوں کا ازدہام، مرض ونقاہت اور طول عمر کے تقاضے بھی وفاءِ ذمہ داری سے روک نہ سکے۔

آپ کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جو ہندستان کے مختلف علاقوں کو محیط ہے خاص طور سے صوبہ گجرات، مہاراشٹر، آندھرا پردیش اور تمل ناڈو قابل ذکر ہیں جن کے باشندگان آپ کی تفسیر قرآن اور تبلیغ دین کی برکتوں سے اگر بے عمل تھے تو عمل کی دولت لازوال سے، بدعقیدہ تھے تو عقیدۂ اہل سنت سے اور بے ایمان تھے تو ضیاء ایمان سے منور ہو گئے لیکن آپ نے اپنے وطن عزیز بندیل کھنڈ میں خدمت دین کے جو زرّیں نقوش ثبت فرمائے ہیں رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔ جس وقت آپ ایک مفسر قرآن اور مبلغ دین کی حیثیت سے میدان عمل میں قدم رنجا ہوئے باشندگان بندیل کھنڈ قرآن وحدیث کے فرامین واحکام اور عقیدۂ سلف سے نا آشنا اور جہالت وگمراہی کی زندگی جینے پر مجبور تھے۔ آپ نے مسلسل بندیل کھنڈ کے مختلف علاقوں میں سفر در سفر اور متعدد دورۂ تبلیغ فرما کر غبار راہ کو چراغ راہ بنا دیا۔ آپ کی وعظ وتقریر نے گم گشت راہوں کے لئے سنگ میل کا کام کیا۔

اگر زمین ہموار اور قابل زراعت ہو تو اُس میں باغ وبہار کی فضا ہموار کرنا اور پھولوں کی خوشبو سے علاقے کو معطر کرنا کسی قدر آسان ہوتا ہے لیکن سنگلاخ وادی میں یہ کام انجام دینا مشکلات بسیار سے دوچار ہونا ہے۔ مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات نے اپنی مسلسل تگ و دو سے بندیل کھنڈ کی سنگلاخ وادی میں بھی چمنستان اسلام کو تر وتازہ کیا ہے۔ اس راہ میں سنگلاخ وادیوں کے نشیب وفراز بھی تھے اور وادیِ پر خار بھی لیکن آپ کے عزم مصمم اور جذبہ ایثار کے سامنے ہیچ تھیں۔ اس

دورِ قحط الوسائل میں کبھی پیدل چل کر اور کبھی بیل گاڑی کے ذریعہ بندیل کھنڈ کے دور دراز علاقے میں تشریف لے جاتے، احکام اسلام اور سیرت نبوی ﷺ سے اجنبیت محسوس کرنے والوں کے سامنے وعظ و تقریر فرماتے۔

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں سامعین کا کیا انداز ہوتا ہے کسی سے مخفی نہیں، لوگ اپنے قدیم رسم ورواج اور طور طریقوں سے دست بردار ہونے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہوتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی شخصیت اور آواز وانداز میں وہ جاذبیت پیدا فرمائی تھی کہ لوگ آہستہ آہستہ اسلامی تہذیب وثقافت اور اخلاق نبوی سے آشنا ہو گئے، ان کے دل عشق مصطفی ﷺ سے لبریز ہو گئے۔

اہل بندیل کھنڈ کو جہالت سے نکال کر اسلامی قدروں سے روشناس کرانا معمولی چیلنج نہ تھا، ایک جماعت کا اُن کے درمیان گمراہی اور بے دینی کا ماحول پیدا کرنا، اُن کے دلوں کو عشق مصطفی ﷺ سے خالی کرنا اُس پر مزید تھا۔ باضابطہ اس کام کی انجام دہی کیلئے مدرسے قائم کیے گئے، تحریکیں بنائی گئیں لیکن حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے مذکورہ تمام چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ تمام فاسد عقائد کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دے کر اُن کی ہمت کو پست کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ بندیل کھنڈ میں آج بھی اکثریت عقائد ومعمولات اہل سنت کے ماننے والوں کی ہے۔ راقم الحروف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ بندیل کھنڈ کے غیر اسلامی ماحول کو اسلامی ماحول میں تبدیل کرنے اور ایمان وعقیدے کی حفاظت میں مفسر قرآن کے علاوہ متعدد علمی روحانی شخصیتوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے بالخصوص سیاح ایشیا پیر طریقت حضرت مفتی سید مظہر ربانی، محمود العلماء پیر طریقت حضرت علامہ محمود القادری، استاذ الاساتذہ حضرت مفتی حسیب الدین علیہم الرحمۃ والرضوان قابل ذکر ہیں تاہم حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی خدمت دینی سرزمین بندیل کھنڈ میں آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

قیام دارالعلوم ربّانیہ: بندیل کھنڈ میں جہاں لوگ تعلیم وتعلم اور علم وآگہی سے کوسوں دور تھے۔ قیام دارالعلوم کیلئے مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات قدرت کا حسین انتخاب ہے۔ آپ نے اپنے برادر اکبر حضرت مفتی سید مظہر ربانی اور عم محترم حضرت محمود العلماء کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم کا قیام فرمایا۔ یہ وہ دور تھا جب بندیل کھنڈ میں قحط العلماء والحفاظ تھا۔ شہروں ودیہاتوں میں بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے والے اساتذہ کا بحران تھا مسجدیں اماموں سے خالی تھیں نماز جنازہ پڑھانے کیلئے امام کی تلاش وجستجو میں مشکلات بسیار سے دوچار ہونا پڑتا۔ یقیناً ایسے دور میں دارالعلوم قائم کرنا اہل بندیل کھنڈ کیلئے نعمت غیر مترقبہ تھی جس کے لئے اللہ جلّ وعلا نے اِن ذوات قدسیہ کا انتخاب فرما کر احسان عظیم فرمایا۔

ایک طرف قیام دارالعلوم کی اشد ضرورت تھی اور دوسری طرف وسائل کا فقدان دامن گیر تھا، اس لئے اِن حضرات گرامی وقار نے دارالعلوم کی ابتداء اپنے مکان سے فرمائی۔ چٹائیوں سے اپنی تعلیمی سفر کا آغاز کرنے والا یہ دارالعلوم ان بزرگوں کی جہد مسلسل اور بے لوث خدمت کی وجہ سے ملک کی ایک عظیم دینی درسگاہ سے متعارف ہوا۔ اپنی تہذیبی شناخت اور تعلیمی معیار میں ملک کے دیگر درسگاہوں میں منفرد المثال ہوا۔ اس درسگاہ نے اب تک ایسے ہزاروں باصلاحیت وذی استعداد فقہاء، علماء، فضلاء، قراء اور حفاظ پیدا کیے جو ملک اور بیرون ملک میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر سال مختلف شعبہ جات سے سینکڑوں طلبہ فارغ ہوتے ہیں جو خادم دین متین بن کر ابر باراں کی طرح عالم اسلام کو سرسبز وشاداب رکھتے ہیں۔

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے وہ سارے جہاں پہ برسا ہے

دارالعلوم کا فیض اس قدر عام ہوا کہ اب تک باندہ اور مضافات باندہ میں چالیس سے زائد شاخیں قائم ہو چکی ہیں جہاں قیام دارالعلوم سے قبل علماء وحفاظ کا دور دور تک نشاں نہ ملتا تھا، وہاں اب ہر گھر اُن کے وجودِ مسعود سے برکت حاصل کر رہا ہے۔ دارالعلوم کو عروج وارتقاء کی منزلوں سے ہمکنار کرنے میں حضرت مفسر قرآن کی غیر معمولی خدمات رہی ہیں۔ حضرت سیاح ایشیا علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''تاریخ دارالعلوم'' میں ذکر فرمایا ہے کہ دارالعلوم کی پہلی عمارت حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی توجہ دلانے پر اُن کے ایک مرید نے تعمیر کروائی۔ ابتداء دارالعلوم سے تا دم زیست بحیثیت ناظم اعلیٰ دارالعلوم کی خدمت انجام دیتے رہے اور دارالعلوم کی ترقی کی فکر کے ساتھ اِس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ یہ بات بھی قابل توجہ اور آپ کے زہد وورع کی آئینہ دار ہے کہ آپ نے دارالعلوم کے اخراجات پورا کرنے کیلئے بحیثیت سفیر

بے شمار اسفار کیے لیکن کبھی بھی آپ نے حق سفارت نہ لیا حتیٰ کہ سفر کے اخراجات بھی خود برداشت کیے۔

ایں سعادت بزورِ باز و نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصنیف کتب: ابتدائے اسلام سے اب تک متعدد ذرائع سے دینی خدمات انجام دی گئی ہیں مثلاً تبلیغ، تدریس اور تصنیف۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تمام ذرائع سے شجر اسلام کی آبیاری ہوئی ہے اور حامیان اسلام کے ڈگمگاتے قدموں کو استحکام ملا ہے لیکن تصنیف کی اہمیت وضرورت ہر دور میں اس کی مستحکم اور دیر پا خدمات کی وجہ سے محسوس کی گئی ہے۔ یہ بات بھی نا قابل انکار ہے کہ وہی تصنیف کارآمد اور نتیجہ خیز ہوئی ہے جو متقضائے حال کے مطابق اور ضرورت مندوں کی مراعات کے ساتھ پیش کی جاتی ہے چونکہ اہل بندیل کھنڈ اردو زبان سے اتنے مانوس نہیں جتنے ہندی زبان سے ہیں لہٰذا مفسر قرآن نے ان کے ذوق نظر کی رعایت کرتے ہوئے اردو کے ساتھ ہندی میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں آپ نے اہل بندیل کھنڈ کے فہم وادراک کے مطابق انتہائی سہل وسلیس اور احسن انداز میں شرعی مسائل کو بیان فرمایا۔

آپ کی تصانیف: اسلامی شکچھا (اردو، ہندی)، سرکار ربّانی (اردو)، پیغمبر اسلام (اردو، ہندی)، فردوس تخیل (نعتیہ مجموعہ)، فیوض امامت (اردو)، بزرگان دین کی جیون کی جھلکیاں (اردو، ہندی)، تبرکات ربّانی (اردو) ارکان خمسہ (ہندی)

اپنی مصروف ترین زندگی میں متعدد کتابیں تصنیف کرنا کچھ کم نہ تھا، ان کی طباعت اور تقسیم کا التزام کرنا آپ کے ایک عظیم خادم دین متین ہونے پر دال ہے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر سید ابرار ربّانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مفسر قرآن اپنی تصنیف کی ہوئی کتابوں کو لوگوں کے مطالعہ کی میز پر پہنچانے میں اس قدر فکرمند ہوتے کہ میرے ہر سفر میں مجھے کتابیں لے جانے کا حکم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ کتابیں معمولی رقم میں لوگوں کو فروخت کریں اور اگر لوگ قیمت نہ دے سکیں تو مفت تقسیم کردیں۔ آپ کی یہ ایسی عظیم خدمت دین ہے جس سے لوگ تا قیام قیامت استفادہ کرتے رہیں گے اور اپنے محسن کے لئے دعا خیر کرتے رہیں گے۔

حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کے معمولات سے تھا کہ وہ اہل بندیل کھنڈ کی دینی واخروی حال کی بھی اصلاح فرماتے اور ان کی معاشی رفاہی ضرورتوں کو بھی پورا کرتے جیسا کہ آپ کے صاحب زادے (اوسط) حضرت علامہ ڈاکٹر سید ابرار ربّانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ حضرت مفسر قرآن خفیہ طور پر اپنی جیب خاص سے شہر کی بیوہ اور ضرورت مند عورتوں کی امداد فرماتے حتیٰ کہ گھر کے افراد بھی اس کارِ خیر سے بے خبر رہتے۔ اس کی خبر اُس وقت ہوئی جب مذکورہ عورتیں آپ کے وصال کے بعد آستانۂ ربّانی پر حاضر ہوکر گریہ وزاری کرنے لگیں۔ اسی طرح حضرت کے مرید وخادم خاص مولانا برکت ربّانی صاحب زید مجدہ، نے بتایا کہ ابا حضور (مفسر قرآن) ہر مہینہ چند غریبوں کو پورے مہینہ کا راشن فراہم کرواتے اور اِس کام کے لئے میں اور چند دیگر افراد منتخب ہوتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی۔ مولانا موصوف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ موضع پرسونڑا ضلع باندہ سے ایک عورت حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی جسے اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی لیکن اُس کے پاس انتظامات نہ تھے۔ آپ نے اسے حوصلہ دیا پھر امداد کا وعدہ فرمایا۔ وعدہ کے مطابق آپ نے شادی کے کھانے کا پورا راشن ایک گاڑی کے ذریعہ ان کے گھر بھجوایا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ قرآنی فرمان: **وان تخفو ھا وتؤتوھاالفقراء فھو خیر لکم۔** (اگر تم صدقات پوشیدہ رکھو اور غرباء کو دو تو تمہارے لئے خیر ہو) کی عملی تفسیر اور مشخیت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ یہ لکھتے ہوئے انتہائی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ حضرت مفسر قرآن نے اپنے صاحبزادگان گرامی کی اعلی تعلیم وتربیت، مجاہدات وریاضات اور وظائف سلسلہ کا پابند بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے صاحبزادگان اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اور سچی جانشینی کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہوئے آپ کے بیشتر معمولات پر عامل وپابند نظر آتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے فیوض روحانی سے مجھے اور جملہ عالم اسلام کو مستفیض فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆استاذ شعبۂ درس نظامی جامعہ ربانیہ باندہ۔ اتر پردیش

معیارِ طریقت

مفسرقرآن سید غازی ربّانی بحیثیت مرشدِ کامل

مولانا محمد وسیم قادری مصباحی★

ہمارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء ﷺ کے فیضان علم وعمل کا سلسلہ صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر اُن کے فیض یافتہ اولیائے کاملین رحمہم اللہ اجمعین کے ذریعے خلافت درخلافت جاری رہا۔جن میں غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، عارف ربّانی داتا گنج بخش علی ہجویری قطب المشائخ خواجہ غریب نواز اجمیری، سیدالاولیاء بابا فریدالدین گنج شکر، عارف باللہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کو معرفت وحقیقت کا جو اعلیٰ مقام نصیب ہوا، اس کی مثال نہیں ملتی۔اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی خانوادۂ ربّانیہ باندہ شریف (بندیل کھنڈ، اتر پردیش) کے مشائخ بالخصوص پیر طریقت، رہبر شریعت مفسر قرآن حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی بھی ہے۔آپ جامع شریعت وطریقت، مجمع کمالات، منارۂ رشد وہدایت اور پیکر اخلاص تھے۔

مسلمان کی سب سے قیمتی چیز ایمان ہے مگر فی زمانہ ایمان کو جس قدر خطرات لاحق ہیں اُس کو ہر ذی شعور محسوس کرسکتا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: جس کو زندگی میں سلب ایمان کا خوف نہیں ہوتا، نزع کے وقت اس کا ایمان سلب ہوجانے کا شدید خطرہ ہے۔اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان کی حفاظت کا بہترین ذریعہ کسی مرشد کامل سے مرید ہونا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ربّانی ہے:يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۔ ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو راہِ شریعت میں کسی امام برحق کی تقلید کے ساتھ طریقت میں کسی پیر کامل سے بیعت ہوجانا چاہئے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔امام، دنیا میں امورِدینی کے لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی تعلیمات کے مطابق ظاہری عبادت کی تکمیل ہوسکے اور پیر امورِ آخرت کے لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی رہنمائی اور باطنی توجہ سے مرید اللہ عزوجل ورسول ﷺ کی ناراضگی والے کاموں سے بچے۔

مفسر قرآن مفتی سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ایسے ہی مرشد کامل کا نام ہے جن کی توجہ باطنی نے ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو منزل مقصود عطا کی۔آپ کا معمول تھا کہ جلسوں کے بعد جو خصوصی ملاقات کے لئے حاضر ہوتے، انھیں جمع فرما کر وعظ ونصیحت فرماتے۔اکثر اوقات بزرگانِ دین کے واقعات ایسے حسین پیرائے میں بیان فرماتے کہ محفل پر ایک روحانی کیف طاری ہوجاتا۔غازی ربّانی علیہ الرحمہ نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پوری زندگی مریدین کی تعلیم وتربیت کے لئے وقف فرمادی۔سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ایسے پیر کامل ہیں جو حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی واعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہم الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات کے آئینہ دار ہیں۔ان بزرگوں نے پیر کامل کے لئے جن شرائط واوصاف کی وضاحت فرمائی ہے حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ان کی عملی تفسیر نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا نائب جس کو مرشد بنایا جائے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عالم ہو، لیکن ہر عالم مرشِد کامل نہیں ہوسکتا۔مرشِد کامل وہی عالم ہوسکتا ہے جو اللہ عزوجل ورسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کا مظہر ہو، اخلاقِ حسنہ کا جامع، صبر وشکر، توکل وایقان، قناعت وسخاوت، امانت وصداقت، حلم وحیا، سکون ووقار جیسے اوصاف اس کی ذات کا حصہ ہوں۔حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ایسے تمام اوصاف حمیدہ سے مزین تھے۔آپ دینی وعصری علوم سے مالا مال تھے ظاہری علوم کی تحصیل سے فارغ ہوکر اپنے جدامجد حضرت سید محمد عبدالرب المعروف سرکار ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے روحانی تربیت حاصل کی۔جدامجد نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ امانیہ ربّانیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔آپ نے اجداد کے تابندہ نقوش پر چلتے ہوئے دعوت وتبلیغ کو اپنی عملی زندگی کا میدان بنایا۔خانوادۂ ربّانیہ تقریباً پانچ سو سال سے برصغیر میں شریعت وطریقت کا سنگم بن کر دین اسلام کی خدمت انجام دے رہا ہے، جن کی خدماتِ دینی کے اعتراف میں مغلوں نے جاگیریں نذر کیں، جس خانوادے کے چشم وچراغ وقت کے قطب الارشاد اور استاد السلطان ہوئے، جو عرفی اور حقیقی معنوں میں وارثِ نبی ﷺ اور اولادِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دعوت وتبلیغ: حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے خاندانی روایت کے مطابق ساری زندگی شریعت وطریقت کی پاس داری کے لئے دعوت وتبلیغ کی راہِ جگر سوز میں وقف فرمادی۔ یوں تو آپ کی خدمات کا دائرہ ملک کے طول وعرض کو محیط ہے۔ آپ وعظ وتبلیغ کے لئے بیشتر شہروں کا دورہ فرماتے رہے لیکن گجرات کے شہر سورت کو آپ نے اپنی خصوصی توجہ سے دین وسنیت کے قلعے میں تبدیل فرمادیا۔ ایک وقت وہ تھا کہ وہابیت وتبلیغیت نے سورت میں جڑ پکڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ وہ وہابیت کا گڑھ ہوجاتا لیکن بروقت آپ نے تحریروں اور تقریروں کے ذریعے بے لوث عوامِ اہل سنت کے ایمان وعقیدہ کا ایسا تحفظ فرمایا کہ وہابیت کے قلعۂ باطل میں آخری کیل ٹھونک دی۔ سورت کی عوام ومریدین آپ کی ان خدماتِ جلیلہ کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ ان لوگوں نے ایک عظیم الشان کانفرنس کے موقع پر آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو محسنِ سورت کا لقب دیا۔

مشائخ کی عام روش کے برخلاف حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ دعوتی سرگرمیوں میں مصروفیت کے سبب اپنے وطن سے بے نیاز نہ رہے۔ آپ نے مسلسل پچپن سالوں تک اپنے محلے کی مسجد میں تراویح کے بعد درس قرآن کے ذریعے دعوت الیٰ اللہ کی بے مثال خدمت انجام دی۔ اس وصف میں آپ اپنے معاصرین میں بہت ممتاز نظر آتے ہیں، ورنہ بعض مشائخ کرام مصروفیات کے سبب اپنے اطراف کے لوگوں کی طرف توجہ نہیں فرماتے جس کا نتیجہ بسا اوقات بہت بھیانک شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ نے وعظ وبیان کے علاوہ عوامِ مسلمین کی دینی، علمی اور عملی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک عظیم الشان دار العلوم ''جامعہ ربّانیہ'' کی بنیاد رکھی۔ یقیناً اِس وقت مدارسِ اسلامیہ دینِ حنیف کی ترویج واشاعت کی بنیاد ہیں شرط یہ ہے ادارے کی بنا اخلاص پر ہو ورنہ کچھ نام نہاد شیوخ نے مدارس کو حصولِ زر اور کنبہ پروری کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جہاں تعلیم کے نام پر چند بچوں کو پالنے کا انتظام ہوتا ہے اور تعمیر وترقی کے لئے ملنے والی امداد بے دردی کے ساتھ فضولیات کی نذر ہوجاتی ہیں۔ حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے جس قدر خلوص کے ساتھ ادارہ قائم فرمایا، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے برادر اکبر حضرت سید مظہر ربّانی علیہ الرحمہ نے اپنی ایک تحریر میں آپ کی مساعی جمیلہ کا یوں تذکرہ فرمایا:

''حضرت سید غازی ربّانی کی ایک عظیم قربانی جواُن کو دیگر تمام کارکنان ادارہ سے ممتاز کرتی ہے یہ کہ آج تک انہوں نے دار العلوم کی کسی خدمت کے سلسلہ میں کوئی تنخواہ یا وظیفہ قبول نہیں کیا حتیٰ کہ ممبئی، کلکتہ وغیرہ بڑے بڑے مقامات اور اپنے زیر اثر ملک کے تمام حلقوں میں انہوں نے بڑے بڑے چندے کیے اور انتہائی محنت و جانفشانی کے ساتھ دار العلوم کے سالانہ اخراجات اور تعمیری فنڈ کے لئے غیر معمولی سرمایہ حاصل کیا مگر کوئی حقِ تبلیغ یا حق سفارت نہیں لیا بلکہ یہ ساری خدمات آج تک وہ فی سبیل اللہ ہی انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ بہتر سے بہتر جزائے دارین میں انہیں عطا فرمائے۔''

یہ بے نیازی اللہ والوں کی شان ہے جس کے دل میں خوف الٰہی ہو وہ مال ومنال کی حرص سے پاک ہوجاتا ہے۔ مفسر قرآن نے اس عظیم الشان دینی قلعہ کی بنیاد بھی اپنے وطن میں رکھی کہ یہاں سے جاری چشمۂ علم وحکمت اہل وطن اور مریدین ومتوسلین ہر ایک کی سیرابی کا باعث ہو۔

تقویٰ وطہارت: مفسر قرآن سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ایک عالم ربّانی اور ولی کامل تھے۔ خلوت وجلوت ہر جگہ پابندئ شرع اور متابعت سنت کا ایک ہی رنگ ہوتا۔ علم وعمل کا ایسا حسین مرقع تھے کہ جو دیکھے اسیر محبت ہوجائے۔ پابندئ شرع ریاضت ومجاہدہ میں نمونۂ اسلاف تھے۔ پوری زندگی عامل شریعت رہے حتیٰ کہ بیماری کے ایام میں بھی نمازوں سے غافل نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وقت پر وضو فرماتے اور بیٹھ کر یا لیٹ کر جس طرح ممکن ہوتا، نماز ادا فرماتے۔ سوائے عذر شرعی ہمیشہ جماعت کی پابندی فرماتے۔ مسجد میں حاضری کا ایسا اہتمام کہ حالتِ مرض میں بھی مسجد تشریف لے جاتے۔ فرائض کے علاوہ سنن ونوافل اور پھر معمول کے اوراد وظائف میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ ذٰلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اللہ جل وعلا نے آپ کو ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ عوام تو عوام خواص بھی آپ کے در سے فیضیاب ہوتے۔ علماء آپ سے نصیحت کے طالب ہوتے۔ (بقول حامد میاں شہزادۂ مفسر قرآن) ایک مرتبہ اہل سنت کے بہت ہی معروف ادارے کے صدر مفتی وقاضی چند علماء کی معیت میں حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے حضرت سے کچھ نصیحتوں کی فرمائش کی تو حضرت سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

نے کلموا الناس علی قدر عقولهم کی شان کے ساتھ ان مؤقر علماء سے فرمایا ''میں آپ لوگوں کو وہی نصیحت کروں گا جو میرے رب عزوجل نے کلام مجید میں ہمیں نصیحت دی اتقو اللہ اللہ سے ڈرو! میری آپ حضرات علمائے کرام کو یہی نصیحت ہے کہ اللہ کا خوف رکھیں کہ اعمال کی قبولیت اسی بنیاد پر ہے اور اخلاص کی دولت اسی کا نتیجہ ہے''

ایک عالم صاحب نے راقم سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے بھی حضرت سے نصیحت کی گزارش کی تو حضور والا نے انھیں کثرت سے درودِ پاک کے ورد کی نصیحت کی۔ اس کے علاوہ بحیثیت مرشد آپ نے مریدین کی تربیت کا خاص اہتمام فرمایا۔ عام طور پر پیرانِ عظام اپنے مریدین کی مشکلات میں انھیں تعویذات عطا کرتے ہیں لیکن مفسر قرآن تعویذات کی جگہ اعمال کی اصلاح فرماتے۔ جب کوئی تعویذ وغیرہ کی گزارش کرتا تو آپ اسے نمازوں کی پابندی اور بعد نماز وذکر واذکار، دورد مبارک کی کثرت کی تعلیم فرماتے۔ کبھی کسی مرید یا غیر مرید کو خلافِ شرع امور میں گرفتار دیکھتے تو سخت تنبیہ فرماتے۔ نجی مجلسوں میں مریدین کی اصلاح فرماتے، انھیں ذکر اللہ کو اپنی عادت بنانے، نمازوں کی پابندی اور کثرتِ درود کا شوق دلاتے۔

ذکر اللہ عزوجل اور نعت سرکار ابد قرار ﷺ: سید غازی ربّانی کے معمولات میں جو سب سے بہترین عمل تھا وہ ''ذکر الٰہی'' تھا۔ آپ ایسے تھے کہ اللہ عزوجل کا ذکر آپ کی شخصیت کا جز ولاینفک تھا، سفر وحضر، خلوت وجلوت غرض جہاں کہیں ہوتے بغیر مجلس ذکر الٰہی آپ کو آرام نہ تھا۔ اگر گھر میں ہوتے تو گھر کی عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے ذکر کی مجلس قائم فرماتے۔ مریدین میں ہوتے تو انھیں ذکر اللہ کی لذت سے آشنا فرماتے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو رب نے جو مقامات عطائے فرمائے ہیں وہ اس کے محبوب مصطفی ﷺ کا صدقہ ہے۔ یقیناً بے عشق مصطفی ﷺ کوئی ولایت کے مراتب پر ہرگز فائز نہیں ہوسکتا۔ حضرت سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کا قلب مبارک انوارِ الٰہی کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ کے جام سے لبریز تھا۔ جب عشق انگڑائیاں لیتا آپ اس کی نزاکتوں کو بشکل نعت اشعار کے موتیوں سے پروکر اپنے ایمان کا ہالہ بناتے۔ نعتِ سرکار ﷺ سننا بہت محبوب تھا لیکن غیر معتبر شعراء سے پرہیز فرماتے بلکہ اکثر فرمائش کر کے امام عشق ومحبت سرکارِ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا کلام سنتے بالخصوص:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا | نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب | یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع | جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

مفسر قرآن سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ ایک مرشد کامل، سچے محافظ مسلک اعلیٰ حضرت تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی تعلیمات کی ترویج واشاعت اور بندگانِ خدا کو قرب خدا تک پہنچنے کی عملی تربیت کے لئے وقف فرمادی۔ آج حضرت کی غیر موجودگی ہم غربائے اہل سنت کے لئے ایک عظیم خلا ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہِ صمدیت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے ہمیں حضرت کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ وعلیٰ ذویہ وصحبہ وعلینا معھم اجمعین۔

مفسر قرآن بحیثیت مرشد برحق

مولانا شاہد حسین مصباحی★

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں | کہیں سے آب بقاءِ دوام لا ساقی

دنیائے سنیت کے ایک روشن ستارہ اور علم وفضل کے سرسبز وشاداب باغ کا نام غازی ربّانی علیہ الرحمہ ہے۔ حضرت کی ذات بلاشبہ ہم اہلسنت کیلئے مرشد برحق ہے۔ کسی بھی وجود کو مرشد برحق ہونے کیلئے کئی چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ آپ نے حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی ذات کو اُن

ضابطوں کی روشنی میں دیکھئے۔ بنیادی چیز سنی صحیح العقیدہ ہونا ہے تو آپ کی ذات تو سنی گر (سنی بنانے والی) رہی ہے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے زبان کے ایسے چشمے بہتے رہے اور ایمان کی کرنیں پھوٹتی رہیں کہ ہزار ہا اُن دلوں کو جن دلوں میں کفر و شرک و بدعقیدگی کی گندگی بھری تھی ایمان کی روشنی سے منور فرما دیا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ایمان و ایمانیات کے خزانے وراثت میں ملے تھے۔

دوسری بنیادی چیز عالم دین ہونا ہے یعنی شریعت مصطفیٰ ﷺ کا جانکار ہونا ہے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اس میدان میں حضرت کی ذات مکمل انجمن علم و دانش تھی۔ آپ اپنے وقت کے مستند و معتمد فقیہ و عالم ربّانی تھے جبکہ ارباب علم و فن اور صاحب فضل و کمال نے مفسر قرآن کو عالم ربّانی مانا ہے۔ ایک مصدقہ و خوبصورت واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ غازی ربّانی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب کا مسودہ تیار کرنے کے بعد نظر ثانی کیلئے جلالۃ العلم حافظ ملت علیہ الرحمہ کے پاس بھیجا۔ حافظ ملت کی حیات پاک بے شمار مصروفیات سے گھری ہوئی تھی کہ آپ نے بے تامل یہ کہتے ہوئے تصدیق فرما دی کہ آپ بلا شبہ عالم ربّانی ہیں۔ حافظ ملت کی روشن و تابناک شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ جلالۃ العلم کی ذات جن کے عالم ربّانی ہونے پر مہر صحت ثبت فرما دیں اُن کے افکار و علوم کے بلند مینار ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اِس حقیقت کی نقاشی و عکاسی زندگی بھر آپ کے مختلف تحریری و تقریری گلدستے و شگوفے کرتے رہے ہیں جہاں علم و فضل کے شہسواروں نے ارباب علم و فن ہونے کا اعتراف کیا وہیں زہد و تقویٰ و طہارت و نظافت کے یادگار اسلاف ہونے پر بھی مہر ثبت فرمائی۔ یہ سچ ہے کہ علم دوست حلقوں میں جب آپ کا تذکرہ ہوتا تو ذاکر بہت ادب کے انداز میں آپ کا نام نامی اسم گرامی محفل میں پیش فرمایا کرتے۔

مرشد برحق کیلئے تیسری بنیادی چیز عامل بالسنۃ نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام پر سختی سے عمل پیرا ہونا ہے۔ جب اِس زاویہ سے حضرت غازی ربّانی کی ذات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو آپ کی شب و روز سنت نبوی ﷺ کے مطابق دِکھتی ہے۔ آپ کے زہد و تقویٰ سے چھن چھن کر ایسی کرنیں نکلتی ہیں کہ ہزار ہا ہزار گم گشتہ راہ ہدایت کی رہنمائی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

تبلیغی ذمہ داری نبھانے کیلئے علم سے کہیں زیادہ اعمال کی پاکیزگی و کثرت ہونا از حد ضروری ہے۔ تبلیغ جہاں زبان و قلم سے ہوتی ہے وہیں تبلیغ مؤثر ہونے کیلئے پاکیزہ کردار کا ہونا ضروری ہے اور یہ چیز مفسر قرآن کی ذات میں مکمل درست ثابت ہوتی ہے زندگی بھر سنت نبوی ﷺ پر ثابت رہنے کی مکمل کوشش رہی اور ثابت رہے جس کے لئے ہمدردان قوم و ملت، وارثین علوم نبویہ کا ایک بہت بڑا طبقہ چشم دید گواہ ہے بالخصوص ہندوستان کے مختلف حصوں میں آج بھی آپ کے انمٹ نقوش زندہ و تابندہ ہیں۔ کلکتہ، سرزمین ٹیٹا گڑھ کے حلقوں میں آپ کی نصیحت آمیز دل پذیر گفتگو کا بڑا چرچا تھا۔ جہاں بھی محفل سجتی اور آپ اس کے روح رواں ہوتے لوگ کشاں کشاں محفل پاک میں حاضری کی سعادت پاتے اور آپ کی پاکیزہ گفتگو سے دینی پیاس بجھاتے، روح پرور کلمات سماعت فرما کر شاد کام ہوتے۔

چشم دید گواہوں کا کہنا ہے کہ حضرت کو نماز کا اتنا خیال تھا اور اِس قدر پابند تھے کہ مغرب بعد جو بھی پروگرام ہوتا، عشاء کی اذان ہوتے ہی محفل تمام فرما دیا کرتے تا کہ سبھی مل کر وقت پر نماز فرض با جماعت ادا کر سکیں۔ بعد نماز عشاء منعقد ہونے والی مجلس و محفل میں سامعین کی ضرورتوں کا خیال رکھتے کہ صبح اٹھ کر تلاش رزق میں جانا ہے، اس سے پہلے نماز فجر کی ادائیگی ہے۔ ان تمام باتوں کا خیال رکھنا دلیل ہے، اِس بات کی کہ آپ کو اللہ نے نہایت پاکیزہ زندگی عطا فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کیلئے جو بات اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ رضا و خوشنودی کی خاطر کام انجام دینا اور دنیوی غرض و مطلب سے کوسوں دور رہ کر شریعت میں کسی اچھے کام پر مستحق اجر و ثواب ہونا نیت ہی پر دارومدار ہے۔

بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث میں آقا کا یہ فرمان موجود ہے کہ اعمال کا دارومدار سراسر نیتوں پر ہے اور ہر انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ حد تو یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ جیسے خالص دینی کام میں بھی مقصد رضائے الٰہی و مصطفیٰ ﷺ نہ ہو تو جان قربان کر دینے باوجود اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

اللہ کا فضل و احسان ہے کہ مفسر قرآن کی حیات پاک کی ہر صبح و شام اخلاص و محبت سے پر اور خوشنودیِ مولیٰ و رضائے حبیب مولیٰ کی تلاش و جستجو میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مریدین، متوسلین اور متعلقین میں دینی بیداری، ان کے اخلاص فی الاعمال کی زندہ جاوید مثال ہے۔ آپ کی ذات بابرکت

ہمہ جہت وآفاقی شخصیت کے مالک تھے کہ انھیں جس رخ سے دیکھئے مکمل نظرآتی ہے۔علم وعمل فضل وکمال اورزہدوتقویٰ کا یہ روشن مینار غلامان رسول اکرم علیہ السلام کے دل و دماغ کومنوروجلی کر کے ناقابل فراموش نقوش، چھاپ چھوڑ کردارفانی کوالوادع کہہ گئے۔آپ آنکھوں سے اوجھل ضرور ہیں لیکن حیات ظاہری کی طرح ہمارے درمیان آپ کا فیض جاری وساری ہے اور رہے گا۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر　　　فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

☆ٹیٹا گڑھ،کولکاتا،مغربی بنگال

حضرت غازی ربّانی علم وعمل کے پیکر

مولانامحمدخیرالحسن نوری★

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (سورہ مریم آیت ۹۶) یقیناً جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔ ان لوگوں کے لئے دنیاوآخرت کی زندگی میں بشری (بامراد ہونے کی خوش خبری) ہے۔ایسے افراد کومہربان خداخود آغوش رحمت ومحبت میں جگہ دیتا اوراُنھیں قبول عام کا مرتبہ عطافرما کرتمام آسمان اورزمین والوں کے درمیان محبت والفت اورتوجہ التفات کا مرکز بنادیتا ہے۔

حدیث صحیح ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کوآگاہ فرماتا ہےاورحکم دیتا ہے کہ تم بھی اس بندے سے محبت کرو پھرتمام آسمان والوں کے دل میں اس بندے کی محبت ڈال دیتا ہے پھرحکم دیتا ہے کہ زمین والوں میں ندا کردو! یہ میرامحبوب بندہ ہے سب اس سے محبت کریں۔اسی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھرزمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔(بخاری ومسلم)

انہی قدآور تاریخ ساز نابغہ روزگار بافیض ہستیوں میں حضرت پیرطریقت، رہبرشریعت، عالم ربّانی، واعظ لاثانی، علامہ سید مقصود احمد المعروف غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں بلاشبہ جن مقتدراور باوقار شخصیتوں پرناز ہے، جن کے علم وتقویٰ قافلہ انسان کی صلاح وفلاح دین ودانش کا جذبہ اورملت ووطن کی تعمیروترقی کی لگن اورفکرعقبیٰ کا ڈنکا بج رہا ہے جن کی طلعت جمال جہاں آراسے کاروان فکروفن کی راہوں میں اجالا بکھیرتا رہا ہے۔انہی پاک طینت ہستیوں میں حضرت سید غازی ربّانی ہیں۔بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی فرماتے ہیں:

انسانوں میں پائی جانے والی خوبیوں کی دوبنیادی قسمیں ہیں (۱) ذاتی (۲) اضافی، آدمی کی اضافی خوبیوں سے ہماری مراد وہ بڑائیاں ہیں جو کسی فردکوکسی دوسری بڑی چیز سے رشتہ اورعلاقہ کی بنیاد پرحاصل ہوں مثلاً زید بہت بڑا آدمی ہے اس لئے کہ ایک بہت بڑے آدمی کا لڑکا ہے، عمر ایک بہت بڑاانسان ہے، اس لئے کہ وہ ایک عالی خاندان کا فرد ہے۔الغرض وہ ساری خوبیاں جوخودانسان میں نہ ہوں بلکہ کسی بڑی سوسائٹی کا فرد یا بڑے مقام کا باشندہ ہونے یا بڑے آدمی کے رشتے ناطے کے ذریعہ آدمی کو بڑا بناتی ہوں وہ ہمارے نزدیک اضافی خوبی ہے۔ہرچند کہ یہ خوبی انسان کی اصلی خوبی نہیں شمار کی جاتی چنانچہ شعراء نے اس کی مذمت کی ہے، حضرت سعدی فرماتے ہیں

گل خارست وابراہیم ازآزر　　　ہنر بنا اگر دارینہ جوہر

تم میں کوئی خوبی ہوتودکھاؤتم اپنے حسب ونسب کی بڑائی نہ شمارکراؤ۔کیاتم دیکھتے نہیں کہ پھول کانٹوں کے ہجوم میں مسکراتا ہےاورابراہیم علیہ السلام آزربت پرست کے گھرمیں ہوئے اورحدیث پاک میں اسی پرتنقید کی گئی۔ من بطأبه عمله لم یسرع به نسبه (مشکوٰۃ باب العلم) جس آدمی کواس کا عمل سست کردے اس کواس کا خاندان آگے نہیں بڑھاسکتا بلکہ خودقرآن مجید برہان رشید میں بڑائی اور بزرگی کا معیارنسب کو نہیں قراردیا گیا بلکہ اصلی اورذاتی خوبیوں کوہی کرامت کا معیارقراردیا گیا۔ارشادربّانی ہے: انا جعلنکم شعوباً وّ قبائل لتعارفوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ (سورہ حجرات) ہم نے تم کومختلف خاندانوں میں باہمی امتیاز کے لئے اورتعارف کی خاطر بانٹا۔اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہی ہے جوسب سے زیادہ خدا سے ڈرے مگراضافی خوبی کی یہ ساری تنقیداسی صورت میں ہے کہ آدمی صرف اضافی خوبیوں ہی پر

اترائے، ذاتی خوبیاں اُس کے پاس کچھ نہ ہوں ورنہ ذاتی خوبیوں کے ساتھ شامل کر یہ اضافی خوبی بھی حسن وزیبائش کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا مَنْ اکرم الناس یا رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ! سب سے بزرگ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاکرم الناس یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ علیہم السلام (بخاری شریف) حضرت یوسف علیہ السلام سب سے بزرگ ہیں کہ خود نبی، اُن کے باپ نبی، ان کے دادا نبی اور پردادا تو ابراہیم خلیل اللہ۔ ایک دفعہ خود اپنا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: إن اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل واصطفی قریشا من کنانۃ ومن قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (مشکوۃ) اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے قبطیہ بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، بنو کنانہ میں سے قریش کے خاندان کا انتخاب کیا، قریش میں بنو ہاشم اور اُن میں مجھ کو نبی مصطفی اور حبیب رب السماء بنایا۔ یہ دونوں حدیثیں بانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ نسبی فضیلت اور خاندانی وجاہت بھی باعث مدح وستائش اور سبب فضل وشرف ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے اپنی ذات سے نسبی اور سببی علاقہ رکھنے والوں کی ایک غیر معمولی خوبی کا ذکر کیا۔ ارشاد فرمایا: کل نسب وسبب یقطع یوم القیامۃ الانسبی وصھری (کنز العمال) تمام رشتے اور ناتے قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے میرے رشتے ناطے کے علاوہ۔ (بحوالہ جہان مفتی اعظم ہند)

حضرت غازی ربانی باندوی رحمۃ اللہ علیہ حسینی سادات سے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب ۳۴ رویں پشت میں حضور اکرم نور مجسم ﷺ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۹ء میں طویل علالت کے بعد باندہ یوپی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی بسم اللہ خوانی صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے کرائی اُس وقت آپ کے والد محبوب العلماء شیخ التجوید حضرت علامہ سید محمد عبدالمعبود قادری امانی جامعہ نعیمیہ میں شیخ التجوید کے عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت نے گیارہ سال کی عمر تک اپنے خاندانی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی پھر فضیلت کی تعلیم آپ نے مدرسہ قادریہ بدایوں میں حاصل کی۔

آپ ایک باصلاحیت عالم دین، انقلابی خطیب، بافیض مرشد، بہترین نعت گو شاعر تھے۔ آپ کی ایک کتاب میں تقریظ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہے جس میں آپ کو عالم ربّانی لکھا ہے۔ آپ خطیب ایسے کہ تقریباً چھ (۶) دہائیوں تک سورت میں اصلاح انگیز اور باطل سوز تقریریں کی ہیں۔ ہر دورہ آپ کا تقریباً ایک ایک مہینے کا ہوتا۔ غالباً سن ۶۵۔۱۹۶۰ء کے بیچ آپ کے تبلیغی دورے شہر سورت میں شروع ہوئے۔ اُس وقت سنیت بہت کم تھی مگر آپ کی اثر انگیز تقریروں اور بافیض صحبتوں سے یہاں سنیت لہلہانے لگی۔ آج کئی سو کی تعداد میں اہل سنت وجماعت کے مساجد، کئی سنی دارالعلوم جو، اپنے اپنے طور پر مسلک حق اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں۔

خشیت ربّانی اور اطاعت رسول ان کے ہر عمل سے ظاہر ہوتی، وہ بلند پایہ عالم ربّانی اور تقوی وپرہیزگاری کے بلند مرتبہ پر فائز تھے گھر کی چہار دیواری سے لے کر منبر ومحراب تک سنت پر عمل پیرا رہے۔ بغض وحسد اور کبر ونخوت سے ان کا دامن برابر پاک وصاف رہا۔ ان کی زندگی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی عملی تفسیر تھی۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اُن کے نمایاں اوصاف تھے۔ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی معاف کر دیا کرتے۔ انھوں نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی خلوص وللّٰہیت اور صداقت کا دامن نہیں چھوڑا۔ خود تو صراط مستقیم پر گامزن تھے دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے کی تلقین فرماتے رہے۔ فرائض، واجبات، سنتوں اور تلاوت قرآن کے حد درجہ پابند تھے۔ معاملات زندگی میں بھی خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے اعلیٰ ہوں یا، ادنی کسی کو بھی زندگی کے کسی بھی گوشے میں شکایت کا موقع نہیں دیا۔ گویا حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد میں بھی کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ ان کو لوگ دیکھ کر سنت رسول کی پابندی کرنے لگے۔ انتہائی نرم مزاج ہونے کے باوجود عقائد میں کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اسی طرح تمام عمر تصلب فی الدین کے قائل اور عامل رہے۔ یہ آپ کی ذاتی خوبیاں کی چند جھلکیاں تھیں۔

کرنے والے دین خدمت ہزاروں ہیں مگر ہے نمایاں تیری خدمت حضرت غازی میاں

☆☆☆

نقوش راہ

مفسر قرآن کی اصلاحی وتبلیغی خدمات

مولانا انیس احمد شمسی★

ہندوستان میں تصوف کا نظام عمل اُس وقت زبوں حالی کا شکار رہا، جب ہوا پرست، دنیا دار پیروں نے لبادۂ صوف اوڑھ کر خانقاہ نشینی اختیار کی اور اس مقدس شغل کو حصول جاہ ومال کا ذریعہ بنالیا۔ان دنیا دار پیروں نے تزکیہ نفس کیلئے مجاہدہ وریاضت اور ذکر وفکر تو دور کی بات ہے فرائض وواجبات کی بھی پرواہ نہ کی، ان کے معتقدین بھی اسی راہ پر چل پڑے۔ستم ظریفی تو دیکھئے کہ انہوں نے شریعت کو طریقت کا حریف اور متضاد نظام قرار دے دیا، شریعت کی قید وبند سے آزاد ہو کر بے بنیاد رسوم وخرافات کو عام کیا، جبکہ شریعت ہی نظام طریقت کی اساس ہے، شریعت کے بغیر طریقت کا تصور ایک بے معنی چیز ہو کر رہ جاتا ہے، اسی حقیقت کی طرف حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے اشارہ کیا ہے:

لو نظرتم الی رجل اتی من الکرامات حتی یر تفع فی الھواء فلا تعتبروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنھی وحفظ الحدود۔ (امام غزالی) اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اُس کو اس قدر کرامات دی گئی ہوں کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے، تو اُس سے دھوکا نہ کھاؤ، یہاں تک کہ یہ دیکھ لو کہ وہ امر ونہی اور حدودِ شریعت کی حفاظت میں کیسا ہے۔

حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''جو پیری مریدی کرنے والے اپنے مریدین کو ہی ذریعہ معاش بنا لیتے ہیں، ان سے کسی کو کیا فیض مل سکتا ہے، وہ تو خود اپنی جگہ دوسروں کے محتاج ہیں۔'' (تذکرہ شعیب الاولیاء ص ۶۲)

ایسے نازک حالات میں دین وشریعت کی بنیاد پر روحانیت کا قصر تعمیر کرنے والی اور عوام کی اصلاح باطن کا فریضہ انجام دینے والی مقتدر ہستیوں میں مفسر قرآن حضرت علامہ سید مقصود غازی ربّانی علیہ الرحمہ بھی تھے۔آپ نے بیعت وارشاد کا سلسلہ جلب منفعت یا ذاتی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اختیار نہیں کیا بلکہ وہ اس منصب کی اہلیت رکھنے کے باوجود بھی اپنی طرف مائل ہونے والے لوگوں کو مرید نہ کرتے اور دوسرے مشائخ کی نشان دہی فرماتے، لیکن علماء ومشائخ کے اصرار پر جب آپ نے مسند بیعت وارشاد کو زینت بخشی تو آپ کے فیوض روحانی سے فکر وعمل کا ایک صالح انقلاب پیدا ہوا۔

مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے عارف باللہ حضرت سرکار ربّانی علامہ سید محمد عبد الرب علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ ربّانیہ میں شرف بیعت حاصل کیا تھا، اُنہی سے سلسلہ کی خلافت بھی پائی تھی، آپ کے پیرومرشد نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

غازی کا نہ کیوں رتبہ پھر عرش سے اعلیٰ ہو　　　اسرارِ الٰہی کا گنجینہ ہے سینے میں

مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا مسعود احمد صاحب، حضرت مولانا مصباح الحسن صاحب اور سرکار ربانی علیہم الرحمہ سے تفسیر وحدیث، فقہ وکلام اور مروجہ علوم وفنون کا درس لیا تھا، یہ حضرات صرف علوم ظاہری ہی میں کمال نہ رکھتے بلکہ علم باطن اور سوزِ دروں کی دولت سے بھی مالا مال تھے، مشفق اساتذہ اور مرشد کامل کی تربیت خاص نے آپ کے اندر روشن ضمیری اور فکر وعمل کی وہ جوت جگائی، جو مشائخ قادریہ کا طرۂ امتیاز اور اُن کی خصوصیت تھی۔

اصلاح اعتقاد اور مفسر قرآن: مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے جس دور میں مسند بیعت وارشاد کو زینت بخشی، وہ تحریک وہابیت کے نشو نما کا دور تھا، ایسے پرآشوب ماحول میں آپ نے لوگوں کو گمراہی سے بچانے، مسلک اعلی حضرت پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی اور فرق باطلہ کے خلاف جو صف آرائی کی، وہ بجائے خود نہایت اہم کارنامہ ہے، عقیدے کی صحت آپ کے اصلاحی مشن کی اولین بنیاد تھی، جس کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورت کی سرزمین پر بدعقیدہ لوگوں سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دے کر اہلسنت وجماعت کا پرچم لہرایا۔

پابندی نماز: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ درحقیقت وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں، جن کی زندگیاں برائی سے پاک ہوں اور جو خود معرفت کے سانچے میں ڈھل چکے ہوں، دنیا کے اندر انقلاب بے عمل واعظین کی پر جوش تقریریں نہیں لاتیں بلکہ اس کے لئے ایسے باہمت لوگ درکار ہیں جو، اپنی تلقینات وتعلیمات کے عملی نمونہ ہوں اور دوسروں کو نصیحت کرنے سے قبل خود عمل کر کے دکھائیں۔

اِس نقطۂ نظر سے جب ہم حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ایمان واعتقاد کی صحت کے ساتھ وہ اسلامی اخلاق وکردار کا مثالی پیکر تھے، اقامت صلوٰۃ اُن کی عملی زندگی اور تبلیغی مشن کا سب سے اہم پہلو تھا، آپ کے صاحب زادے مولانا سید محمد حامد ربّانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا روشن باب یہ ہے کہ انہوں نے ہر حال میں نماز کو اس کی تمام شرعی نزاکتوں کے ساتھ ادا کیا، عمر کے آخری ایام تک نماز تہجد کو پابندی سے ادا کرتے، جو، بجائے خود ایک عظیم کرامت ہے، جس کی نظیر آج کے صوفیہ اور خانقاہ نشیں میں شاید ہی مل سکے۔ جو نوافل کا اتنا پابند ہو، اس کے فرائض وواجبات کا اندازہ خود ہوتا ہے۔

تبلیغ وارشاد: ایک مصلح اور مبلغ دین کا مقصد صرف کسی حقیقت کو ظاہر کر دینا ہی نہیں بلکہ اس کے اظہار کے لئے پرکشش اسلوب بھی ضروری ہے، تاکہ جو لوگ قبول کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسے بلا تامل قبول کرلیں اور اس مقصد کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ دعوت کی زبان موثر اور داعی کا طرز کلام فطری اور دل نشین ہو، لیکن یہ صفت مصنوعی نہ ہو کیونکہ صنعت گری، ملمع سازی بظاہر کتنی ہی دلکش کیوں نہ ہو، اُس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا، اس لئے حق کی دعوت دینے والے ان نمائشی صناعیوں سے اپنے بیان کو آلودہ نہیں کرتے۔ تبلیغ وارشاد کے کام کے لئے دقیق علمی وفنی طرز کلام موزوں نہیں، مختلف طبیعت ومزاج رکھنے والے لوگوں کے سامنے وہ جس حقیقت کا اظہار کرے اس کا کوئی پہلو گنجلک نہ ہو۔ اس کا اسلوب بیان ایسا دلکش ودل آویز ہو کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے، اس کے کلام میں نرمی ودل سوزی ہو، اور لفظ لفظ سے امرت ٹپکتا ہو۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں کے ساتھ ایسا ناصحانہ اور محبت بھرا کلام کرے، جیسے ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے جو، اس کے دین ودنیا کی فلاح وبہبود کے لئے ہوتی ہے۔'' (عوارف المعارف ص ۵۷۳)

مفسر قرآن علیہ الرحمہ کی تبلیغ واشاعت حق کا انداز، موعظت ونصیحت کا پیرایہ، ترغیب وترہیب کا طرز اُسی اسلوب دعوت کا آئینہ دار تھا، آپ سادہ، عام فہم زبان میں کلام فرماتے، لہجے کی نرمی دل کو مسخر کر لیتی اور گم گشتہ راہ کسی ضد کے بغیر اپنی اصلاح کے لئے آمادہ ہو جاتا، آپ اپنے کلام کو ہر اُس چیز سے پاک رکھتے جو مخاطب کے اندر ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا کرے، وہ اپنی برتری یا مخاطب کی غلطیوں پر بانداز استخفاف تنقید نہیں کرتے بلکہ نرمی وہمدردی سے نصیحت فرماتے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے واعظین، شعلہ بار خطباء کی علمی نکات سے بھری ہوئی لمبی تقریریں سامعین پر وہ اثر نہ دکھاتیں جو آپ کے مختصر اور عام فہم بیان اثر دِکھاتے۔ آپ نے ساٹھ سالوں تک فی سبیل اللہ مسلسل کلام الٰہی کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

☆استاذ جامعہ غریب نواز رضا نوری ناگ پور

محسن سورت سید غازی ربّانی بحیثیت مبلغ

مولانا اشرف رضا قادری★

اللہ تعالیٰ نے علم اور اہل علم کی شان میں بے شمار آیتیں نازل فرمائی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اپنی احادیث مبارکہ میں علم اور اصحاب علم کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بخاری شریف میں ابوموسیٰ اشعری اور ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے علم کو موسلا دھار بارش کے مثل قرار دیا ہے اور علمائے کرام کو اُس میں سے سیراب ہونے والی زمین اور شادابی بکھیرنے والی زرخیز کھیتی قرار دیا ہے (مفہوم) گویا کہ علم رحمت خداوندی سے ہونے والی بارش ہے اور صاحب علم اس بارش سے سیراب ہو کر دوسروں کو سیراب کرنے والی زمین اور اپنے علم سے نئے شگوفے لانے والی بہار ہے۔ سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بھی رحمت خداوندی سے سیراب ہو کر پیاسوں کی پیاس بجھانے والی اور چمن اسلام کو اپنے علم وعمل کے ذریعے شادابی بخشنے والی ایک عالم گیر شخصیت ہے۔

دعوت وتبلیغ: حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ اس عظیم شخصیت کا نام ہے جس کی دعوت وتبلیغ کا دائرہ نصف صدی کو گھیرے ہوئے ہیں۔آپ ایک عالم ،مبلغ، واعظ اور عاشق رسول ہیں، یوں تو آپ کے دعوت وارشاد کا دائرہ بہت وسیع ہے، دیارِ ہند کے بہت سے شہروں میں آپ کا دورہ ہوتا رہا ہے لیکن شہر سورت خاص کر جسے تاجروں کی نگری کہا جاتا ہے۔آپ کی دعوت وتبلیغ کا مرکز رہا، جہاں پر آپ نے دین وسنیت کی وہ خدمت انجام دی ہیں جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔تحریر وتقریر کے ذریعہ آپ کی بے لوث خدمات کا ایک جہاں معترف ہے،جس طرح آپ نے سنیت کا بول بالا کیا،اسی طرح باطل کے بت توڑنے کا کارنامہ بھی انجام دیا۔شہر سورت وہابیت اور تبلیغیت کا مرکز بتایا جارہا تھا۔ آپ نے اس کے قلعے میں زوردار شگاف لگایا۔روز بغیر کسی لالچ کے بیانات فرماتے رہے اور لوگوں کو دین وسنیت اور مذہب ومسلک سے آگاہ فرماتے رہے۔اس مرد مجاہد نے اپنی پوری جوانی اور بڑھاپا خدمت دین میں صرف کردیا۔اس خدمت عالیہ کی وجہ سے مفسر قرآن سید غازی ربّانی کی ۵۰ سالہ تبلیغی دینی خدمات کے اعتراف میں جلسہ عام رکھا گیا جس میں آپ کو''محسن سورت'' کا لقب دیا گیا۔

مفسر قرآن حضرت سید غازی ربّانی نے بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔آپ نے اپنے جدامجد حضرت سرکار ربّانی کی سوانح حیات ''سرکار ربانی''،تحریر فرمائی۔اپنی تقاریر کے مجموعہ کو''ملفوظات'' کے نام سے موسوم کیا۔ایک کتاب''بدعت فاتحہ'' جس میں حضرت نے فاتحہ کے جواز پر روشن دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔حضرت ایک باکمال شاعر بھی تھے۔آپ کا کلام''فردوس تخیل'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ایک کتاب ''تبرکات ربّانی'' بھی ہے جو خانوادۂ ربّانیہ کے بزرگان دین کی مختصر سوانح حیات اوران کی شاعری پر مشتمل ہے۔آپ نے ہندی زبان میں بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سب سے زیادہ مقبول''اسلامی تعلیم'' ہے۔زندگی میں پیش آنے والے مسائل اِس کتاب میں آسان انداز میں پائے جاتے ہیں۔ہندی زبان میں ارکان خمسہ، قانون شریعت،اسلامی عقائد، بزرگان دین کی زندگی کی جھلکیاں اور پیغمبر اسلام کے تاریخی پارچے وغیرہ نامی کتابیں بھی آپ کے قلم سے رونما ہوئیں ،تبلیغی جماعت کے رد میں آپ نے بہت سے اشتہارات شائع کیے جن میں سے کچھ میں تو دیوبندی علماء کے حوالے سے یہ ثابت فرمایا کہ تبلیغی جماعت خلاف قرآن وخلاف سنت ہے۔

تقوی پرہیز گاری: حضرت مفسر قرآن سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ علمائے شریعت ومشائخ طریقت دونوں طبقوں میں اپنے تقوی اور پرہیزگاری کی بنیاد پر مقبول اور محبوب تھے، پابندئ شریعت میں اپنی مثال آپ تھے، زہد وتقویٰ تہجد گزاری،روحانی ریاضت میں سلف صالحین کا نمونہ تھے،آپ کے بڑے بھائی سید مظہر ربّانی آپ کے تقوی و پرہیزگاری کے بارے میں فرماتے ہیں:''دوسری خصوصیت ان کی یہ ہے کہ وہ شریعت کے بہت سختی سے پابند ہیں،سفر میں حضر میں سوائے عذر شرعی کے ان کی نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔دارالعلوم میں بھی ان کی تربیت کا خاص نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ یہاں سے جو عالم نکلیں وہ عمل میں شریعت کے پابند ہوں۔''(تاریخ دارالعلوم،ص ۱۳۱)

مفسر قرآن سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی ساری زندگی شریعت وطریقت کی پاسبانی میں گزری۔آپ کا وصال مبارک ۹ رشعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵راپریل ۲۰۱۹ءکو ہوا۔یہ چمکتا ہوا سورج مالک حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے فیوض وبرکات سے ہمیں بھی مالا مال فرمائے۔آمین

☆ رتن پور، گجرات

ان کا ذکر ہی ہمارے مضمون کو تعریف کے لائق بنا رہا ہے

مولانا محمد ریاض قادری★

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ ہمارے ملک عزیز میں بطور خاص صوبہ اتر پردیش میں مذہب کی نشرواشاعت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔اس کا شاید ہی کوئی فرد بشر منکر ہو۔علمائے خیرآباد، علمائے روہیل کھنڈ،اودھ،علمائے چریاکوٹ،علمائے گھوسی اور علمائے مبارک پور نے مذہب کے فروغ میں جو قربانیاں دیں ہیں اس کی تفصیلات تاریخ کے سینوں میں محفوظ ہیں جن کا مطالعہ اب بھی دلوں کو سکون اور نگاہوں کو سرور ہی صرف نہیں

بخشا بلکہ ان نفوس قدسیہ کے نقوش قدم پر چلنے کا صالح جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ بندیل کھنڈ کا ضلع باندہ اتر پردیش کا کثیر آبادی والا ضلع ہے۔ یہ ضلع بھی اپنے پڑوسی اضلاع کی طرح کئی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ البتہ مذہب سے لگاؤ اور دین سے وابستگی اُس ضلع کے لوگوں کی ہر دور میں ضرب المثال رہی ہے۔ ضلع باندہ میں اشاعت دین حق کا سہرا شہزادگان مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ یعنی خانقاہ عالیہ قادریہ ربّانیہ کے بزرگان دین کے سر ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ دیگر بزرگوں نے یہاں کام نہیں کیا۔ دیکھا جائے تو اُن علاقوں میں حضرت مشاہد ملت اور دیگر بزرگان دین بھی تشریف لاتے رہے اور اپنے فیضان سے نوازتے رہے لیکن باضابطہ اسلام کی شمع حق وصداقت سے اس ضلع کو روشن وتابناک کرنے میں خانوادۂ ربّانیہ کے بزرگوں کا کلیدی کردار رہا ہے جو گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر خاموش انداز میں اشاعت دین متین میں مصروف تھے، اس لئے ان کے کردار ساز کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وہ صوفی علماء جنہیں ہمہ وقت فروغ اسلام دیکھنے کی تمنا نے چین سے نہ بیٹھنے دیا، شبانہ روز جدوجہد کر کے قریہ قریہ دعوت اسلام سے متعلق **وما علینا الا البلاغ** کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے ایسے لوگوں میں مسلسل تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہر نماز باجماعت ادا کرنے والے عابد شب زندہ دار مفسر قرآن حضرت مفتی سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی سرفہرست ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں آپ کے برادر اکبر حضرت مفتی سید مظہر ربّانی علیہ الرحمہ کا آپ کے تعلق سے یہ قول برمحل ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں:

''دوسری خصوصیت ان کی یہ ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کے احکام کے بہت سختی سے پابند ہیں۔ سفر میں حضر میں سوائے عذر شرعی کے ان کی نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں عام طور پر پیران طریقت کافی لوچ اور لچک رکھتے ہیں۔ موصوف ان میں ذرا بھی نرمی نہیں برتتے اور خلوت وجلوت مریدوں اور غیر مریدوں میں ہر جگہ شریعت کی پابندی اور اتباع سنت کا ایک ہی رنگ رہتا ہے۔ دار العلوم میں بھی ان کی تربیت کا خاص نقطۂ نظر یہی ہے کہ یہاں سے جو عالم نکلیں وہ عمل میں بھی شریعت کے پابند ہوں۔'' (تاریخ دار العلوم: ص، ۳۱)

حضرت مفتی سید غازی ربّانی المعروف حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان اِس صدی کے ان بزرگوں میں ہیں جن کی ولایت وبزرگی کو اکثر علماء ومشائخ وبیشمار عوام وخواص نے تسلیم کیا ہے۔ مفسر قرآن علیہ الرحمہ نے تن تنہا ہندوستان کے مختلف حصوں کا دورہ کر کے اشاعت دین اسلام کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے یہ قابل تقلید کارنامہ ہے۔ مرکز علم وفن دار العلوم ربّانیہ کے علاوہ بیشتر دینی مدارس کئی اہم مذہبی تنظیمیں انہی کے ایماء پر وجود میں آئیں۔ لاکھوں لوگ ان کے دامن عقیدت سے وابستہ ہوئے۔ ۹؍شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۲۰۱۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ حرا ماڈل اسکول باندہ کے وسیع احاطہ میں ان کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

جہاں آپ ایک عالم، مبلغ، واعظ ہیں، وہیں تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق رکھنے والے ایک محرر بھی ہیں۔ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اُس کا واجب حق ادا کر دیا خواہ وہ حدیث کی شرح ہو یا فقہ کا کوئی مسئلہ۔ جب وہ حدیث میں مسائل شریعت کی تشریح کرتے ہوتے تو اُن کی زبان پر محدث عصر اور فقیہ وقت کی زمزمہ سنجیاں ہوتی تھیں۔ جب وہ تفسیر بیان کرتے تو مفسر اعظم نظر آئے اور جب وہ کسی چیز کی تاریخی حیثیت سے بحث کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ محمد ابن بطوطہ اُن کا ہمراہی ہے۔ جب وہ مسند شعر وسخن پر جلوہ فگن ہوتے تو اپنے اشعار سے اندھیرے دل میں چراغ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلا کر قلوب عاشقاں کو منور کر دیتے۔ بطور نمونہ آپ کے اشعار پیش کر رہا ہوں۔

کرم اتنا کبھی مجھ پر میرے سرکار ہو جائے — میسر میری آنکھوں کو تیرا دیدار ہو جائے

نصیب دوستاں گر دل کو اُن سے پیار ہو جائے — تو پھر دل بن کے کعبہ مطلع انوار ہو جائے

نثار اُس یاد پر میں جنت الماویٰ کروں غازیؔ — تڑپ سے جس کی دل میرا حریم یار ہو جائے

(فردوس تخیل: ص، ۱۵)

یوں تو آپ کی زندگی کے کئی ایسے گوشے ہیں جن پر قلم اٹھایا جائے تو زندگی کے ہر ایک گوشہ پر ایک طویل مضمون ابھر کر سامنے آئے گا۔ ہم اپنے مضمون سے ان کی تعریف نہیں کر سکتے بلکہ ان کا ذکر ہی ہمارے مضمون کو تعریف کے لائق بنا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کا فیضان ہم سب پر جاری فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ ☆ گوا

پس منظر

مفسر قرآن کا تقوی اور شریعت مطہرہ کی پابندی

مولانا محمد فہیم القادری★

عصر حاضر کا مسلمان آج اگر یہ سوچے کہ رسول اللہ کی بعثت کا مقصد تو انسانیت کو ہدایت سے ہمکنار کرنا تھا۔ آج یہ ہدایت کا تسلسل ہمارے لئے کیسے ہے کہ ہم بھی فیضان رسالت مآب ﷺ سے مستفید ہونے والے بنیں۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے امت کو رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ترکت فیکم امرین لن تضلو اما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنة نبیه۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری تمہارے نبی کی سنت، اگر تم ان کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا پیغام اپنی امت کے نام ہر دور میں یہی رہا ہے کہ جب تک امت مسلمہ اس پیغام محمدی ﷺ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر رکھے گی، دنیوی واخروی کامیابی وکامرانی اس کا مقدر رہے گی۔ اس حدیث مبارکہ نے جہاں عامۃ الناس کو صراط مستقیم کی راہ دکھائی ہے وہیں خواص اور اہل علم کو اس جانب متوجہ کیا ہے کہ امت کی اصلاح اور فلاح قرآن وسنت سے وابستگی میں ہی ہے، اس لئے ان کی ہر اصلاحی وتجدیدی کاوش کا مرکز ومحور قرآن اور سنت رسول ﷺ ہو۔ عصر حاضر میں اسی نبوی فکر کو اپنی دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، تزکیہ وتقریر اور اپنی جملہ دینی مساعی کی اساس اور بنیاد بنانا ہی تمسك بالکتاب والسنة کی عملی شکل ہے۔

خانوادۂ ربّانیہ، صحیح النسب، سادات حسینی کا مبارک خاندان، جن کے اسلاف نے اپنے خون سے کشت زارِ اسلام کی آبیاری کی۔ وہ مقدس خاندان جس نے مدینہ طیبہ سے چل کر، عراق، بخارا، ملتان، ہر مقام پر مخلوق خدا کو اپنے فیضان کرم سے مالا مال کیا، علمی روحانی درس گاہیں قائم کیں، جنھوں نے ۹۸۲ھ میں سرزمین ہند کو اپنے قدموں سے مشرف کیا۔ شاہان مغلیہ نے جن کی دینی روحانی خدمات کے اعتراف میں خراج عقیدت اسناد اور جاگیریں نذر کیں، جن کے اجداد سرزمین باندہ میں قطب الارشاد اور استاد السلطان بن کر تشریف لائے وہ مقدس خاندان جو بیک وقت شریعت وطریقت کا سنگم ہے، جس نے اسلام وسنیت کی خدمت ورہنمائی اپنے ورثہ میں پائی، جن کی تبلیغ وتقریر، روحانیت کی برصغیر میں دھوم ہے، وہ خاندان جو کم وبیش پانچ سو برس سے نسلاً بعد نسل ہندوستان میں دینی تبلیغی اور روحانی خدمات انجام دے رہا ہے وہ مقدس خاندان جس کا ہر ایک فرد جہاں ہے وہیں آفتاب وماہتاب ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اسی بابرکت خانوادہ کے اک چشم وچراغ تھے پیر طریقت رہبر شریعت، مفسر قرآن حضرت مفتی سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ جن کی بسم اللہ خوانی بھی ہوئی تو اس عظیم شخصیت سے جو بارگاہ اعلی حضرت سے براہ راست فیض یافتہ تھی جنہیں دنیا صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ بسم اللہ خوانی سے ہی بالغ نظری کے آثار نمایاں ہونے لگے، تعلیمی سفر کی تکمیل کے بعد درس وتدریس دعوت وتبلیغ کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ نصف صدی پر محیط رہا، ہندوستان کے بیشتر شہروں میں آپ کا دورہ ہوتا رہا، خاص کر شہر سورت کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ وہاں آپ نے دین وسنیت کی وہ تبلیغ فرمائی جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اسی خدمات عالیہ کو دیکھتے ہوئے اہل سورت نے آپ کو "محسن سورت" کے لقب سے ملقب کیا۔ شریعت وطریقت، تصنیف وتالیف جس میدان میں بھی آپ دِکھے منفرد ہی نظر آئے، قرآنی خدمات کے حوالے سے دیکھیں تو آپ کا تعارف عصر حاضر میں ایک عظیم مفسر قرآن کی حیثیت سے ہو چکا ہے، اسی طرح حدیث نبوی پر آپ کا کام رہتی نسلوں کے لئے ایک یادگار اور تاریخ ساز ہے، نثر نویسی اور قوت تحریر میں آپ منفرد حیثیت رکھتے اور کرشماتی قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ کا حافظہ ہر موقع ومحل پر قوت استحضار کے ساتھ سامنے حاضر رہا۔ آپ کی قوت فکر وتدبر بھی زندگی کی صعوبات اور مشکلات سے نکالتی آپ کو رہی، غرضیکہ ان مذکورہ بالا اوصاف

میں مفسر قرآن اپنے اسلاف کی جملہ صفات کے امین نظر آتے ہیں۔
مفسر قرآن سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ کے دورے پر جایا کرتے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے کلکتہ کے دورے منسوخ کر دِیے۔ حضرت نے کلکتہ جیسا بڑا علاقہ آخر چھوڑ کیوں دیا؟ یہ تو حضرت نے کلکتہ والوں پر کرم فرمایا کہ اخیر زمانے میں دوبارہ آپ نے وہاں کے دورے شروع کر دیئے۔ حضرت وہاں دریائے ہاوڑہ کے کنارے چہل قدمی کیلئے جاتے اور ہمیشہ تنہا جاتے کسی کو ساتھ نہیں رکھتے لیکن خدام تو خدام ہیں سوچا حضور ہر جگہ ہمیں ساتھ لے جاتے ہیں لیکن آخر کیا وجہ ہے جو یہاں ہمیں چھوڑ جاتے ہیں۔ ایک دن حضرت سے چھپ کر وہ دونوں خدام بھی پیچھے چل دیئے جب دریائے ہاوڑہ کے قریب پہنچتے ہیں تو کیا دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے اپنی عصا ٹیکتے ہوئے اچانک رک گئے اور کیا دیکھا کہ ایک کوا، نیم مردہ حالت میں زمین پر پڑا ہوا ہے اور حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ نے اس پر ایک ضرب ماری۔ جیسے ہی حضرت نے اس پر ضرب ماری وہ پرندہ صحت یاب ہو گیا، پرواز کرنے لگا۔ جب آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خدام یہ منظر اپنی نگاہوں سے دیکھ چکے تھے۔ آپ نے ان سے منع فرمایا کہ ہرگز یہ بات کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن انہوں نے حضرت کی اس کرامت کا ذکر لوگوں سے کیا۔ جب آپ کو اِس بات کا علم ہوا تو آپ نے کلکتہ کے دورے منسوخ کر دیئے۔

۱۹۷۱ء میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں حضرت غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی روشنی پر خطاب فرمایا، آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد جب حضرت اپنے نشست پہ جانے لگے تو چار پانچ پولیس والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور آج آپ نے جو''اسلام'' بتایا آج سے پہلے ہم''اسلام'' کے بارے میں اتنا نہیں جانتے تھے۔ حضور دیر نہ کریں اور ہمیں کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کر دیجئے۔ مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں ہزار کو سنت وشریعت کا پابند تو کر ہی دیا، اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سینکڑوں کو ایمان کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا، یہ کسی کرامت سے کم نہیں کہ کفر کے ایوانوں میں ایمان کا اجالا پیدا کر دیا۔

آپ نے سورت (گجرات) میں احیائے سنت فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ اس کے اثرات جگہ جگہ گلی کوچوں میں نظر آ رہے ہیں۔

آپ ان تمام خوبیوں کے علاوہ ایک ماہر حکیم بھی تھے اور آپ کو حکمت میں مہارت تامہ حاصل تھی کہ مریض کی نبض پکڑنے سے ہی پرانے سے پرانا مرض پکڑ لیتے لیکن آپ اپنے پیر ومرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب کچھ چھوڑ کر خدمت خلق اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے اور اخیر تک آپ تبلیغ واشاعت دین میں ہی مصروف رہے۔ آپ نے دینی خدمات کا جو اسلوب عطا کیا ہے وہ قابل تحسین اور قابل تقلید ہے۔ آپ دار العلوم ربّانیہ کی خدمت میں مصروف رہے اور لاکھوں لاکھ چندے کرتے لیکن ایک پیسہ مدرسے سے اپنے ذاتی خرچ کیلئے نہ لیتے۔ پورا نظم ونسق سنبھالتے لیکن کبھی آپ کو اگر شدید پیاس کا غلبہ ہو جاتا تو اپنے ذاتی مکان سے پانی منگواتے حتیٰ کہ اگر کبھی ذاتی کسی کو خط لکھنا ہوتا اور آپ مدرسے کے اندر ہی موجود ہوتے تو اپنے ذاتی قلم سے ہی لکھتے اپنے ذاتی کاموں کیلئے مدرسے کا قلم بھی استعمال میں نہ لاتے۔ مدرسے کے طلبہ سے مشفقانہ رویہ اختیار فرماتے اور اپنے گھر کی چھوٹی سے چھوٹی تقاریب میں سب سے پہلے مدرسے کے طلباء کو شامل کرتے یہاں تک کہ صبح کا ناشتہ آپ اپنی طرف سے دیتے۔ مفسر قرآن کے تقوے کا یہ عالم کہ میں نے اپنی نگاہوں سے حضرت کو کبھی کوئی کام خلاف شرع کرتے نہیں دیکھا۔ نگاہیں نیچی رکھنا، ہمہ وقت مخلوق خدا کیلئے دعائیں کرتے رہنا، کوئی شخص کسی بھی وقت دعا کیلئے حاضر ہوتا فوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیتے اور دیر تک اس کیلئے دعا فرماتے رہتے۔ نماز پنج گانہ کی پابندی فرماتے حتیٰ کہ اخیر عمر میں آپ معذور ہو چکے تو پورا جسم لرزتا لیکن نماز فجر کے بعد تلاوت ذکر ودعا کرتے رہتے۔ سخت سردی میں نماز تہجد کے لئے سرد پانی سے وضو فرماتے اور معذوری کے باوجود اپنے ہاتھوں سے ارکان وضو ادا کرتے۔ تقریباً نوے سال کی عمر شریف ہونے کے باوجود رمضان المبارک کے روزے کی پابندی فرماتے اور سخت تپش میں روزے رکھتے اور مسجد میں باجماعت تراویح ادا کرتے اور بعد تراویح قرآن کی تفسیر بیان فرماتے۔

سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ کی دعوتی، تبلیغی، تصنیفی، شعری خدمات، خاص کر تفسیری کارنامہ بلاشبہ قرآنی خدمت کے باب میں ایک بے مثال، عدیم النظیر اور تاریخ ساز کام ہے۔ حضرت کے ایک خوبصورت کلام کے چند اشعار پر اپنا مضمون تمام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بابرکت

خانوادے کے فیوض وبرکات سے ہمیشہ مستفیض ومستنیر فرمائے۔آمین یارب العالمین

کرم اتنا کبھی مجھ پر مرے سرکار ہو جائے　　میسر میری آنکھوں کو تیرا دیدار ہو جائے
ہزاروں پھول سے بہتر ہے وہ کانٹا مدینہ کا　　کھٹک سے جس کی دل ایمان کا گلزار ہو جائے

☆امام وخطیب ہاشمی مسجد ممبئی

مفسر قرآن کا تقویٰ واتباع سنت

مولانا نور محمد قادری ربانی★

میرے پیرومرشد حضرت مولانا پیر طریقت رہبر شریعت مفسر قرآن حضرت سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اپنی مثال آپ ہے۔آپ کی زندگی کے شب وروز سنت محبوب خدا کا آئینہ دار ہیں۔آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا،سونا، جاگنا، لینا، دینا، کھانا، پینا مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بے مثال نمونہ ہے۔ناچیز نے ۱۹۷۶ء میں حضرت کے دامان کرم سے وابستہ ہوکر آپ کے سایۂ کرم میں پرورش پا کر آپ کے شب وروز کا نظارہ اپنی کھلی آنکھوں سے کیا ہے۔یوں تو خانوادہ ربّانیہ کے تمام چشم وچراغ اپنی مثال آپ ہی ہیں مگر حضرت علامہ سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی میرے دادا پیر آفتاب شریعت وطریقت شمع معرفت اعلیٰ حضرت سرکار ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اسوۂ حسنہ کے آئینہ دار تھے۔خانوادہ ربّانیہ کے اکابرین کا بیان ہے کہ آپ ثانی سرکار ربّانی کہلانے کے سچے حقدار تھے۔آپ کا تقویٰ پرہیزگاری کا نمونہ اس دور میں بہت کم نظر آتا ہے۔

میرے طالب علمی کے زمانے میں کئی ایسے مواقع آئے کہ حضرت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھ کر آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور آپ کے عمل میں عوام وخواص کے سب کے لئے بہت بڑی نصیحت پنہاں ہوتی۔ایک موقع پر حضرت پیر طریقت نے میرے سونے کے لئے اپنے پاس سے ایک چارپائی منگوادی اور مجھے عطا فرمادی۔سالانہ چھٹی پر میں اپنے گھر جانے کی اجازت لے کر روانہ ہونے والا تھا کہ مجھے آواز دی۔ناچیز خدمت اقدس میں حاضر ہوا تب حضور والا نے بڑے شفقت ومحبت سے ارشاد فرمایا کہ اگر ہمارے گھر میں کوئی مہمان آجائے تو کیا ہم آپ کی چارپائی کا استعمال اپنے مہمان کیلئے کر سکتے ہیں،ہمیں اجازت ہے؟ اتنا سن کر ناچیز اشک بار ہو گیا کہ مجھے خود آپ نے دیا ہے اور مجھ سے آپ اجازت لے رہے ہیں!میں نے پورا اختیار حضرت کو دے دیا۔حضرت نے بڑے پیار سے سمجھایا کہ وہ چیز آپ کی ہے شریعت میں بغیر اجازت دوسرے کی چیز کا استعمال درست نہیں،کل قیامت کے دن ہمیں اس کا جواب دینا ہوگا،اس لئے ہم نے آپ سے اجازت لی ہے۔

آپ دارالعلوم ربّانیہ کے ناظم اعلیٰ کے منصب پر خدمت انجام دیتے رہے آپ کی زندگی پابند شرع کا نمونہ تھی۔آپ ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھا کرتے اور کسی کام میں وقت کا پورا خیال رکھتے۔ایک ایک منٹ کی قدر فرماتے۔آپ کو رب نے وہ فراست بخشی تھی کہ آپ بغیر کسی کے کچھ بتائے معاملے کو سمجھ لیتے۔آپ کے سامنے کسی کی زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوتی۔ناچیز نے بارہا حضرت سے کچھ حاصل کرنے کے لئے کہنے کی ہمت کرتا مگر کہہ نہ پاتا لیکن مرشد کی کرم فرمائی کا یہ حال ہوتا کہ بات ابھی زبان تک آئی نہیں کہ آپ نے اپنی زبان مقدس سے اس کا حکم فرمادیا۔پوری زندگی کچھ کہنے سے پہلے ہی حضرت کی طرف سے وہ چیز عطا ہوجاتی وہ حکم مل جاتا کہ ایسا لگتا ہے کہ پیر مرشد اللہ کے حکم سے ساری تمنا کو جانتے ہیں اور ہمارے دل کے حالات حضور کے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

آپ کے مواعظ حسنہ کا یہ حال ہوتا کہ سننے والے اشک بار ہو جاتے ،ہچکیاں بندھ جاتیں اور آپ کی کہی ہوئی بات دل میں اتر جاتی۔نہ جانے کتنے لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سن کر توبہ کر لیتے اور راہ راست پر آکر اپنی زندگی خدا اور رسول کے حکم کے مطابق گزارنے لگتے۔پیر طریقت رحمۃ اللہ علیہ کیا مقام رکھتے ،یہ رب جانے مگر آپ کے اندر عاجزی وانکساری کی خوبی زبردست تھی۔شریعت کے معاملے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے ،ذرا بھی شریعت کے خلاف دیکھتے تو جلالی کیفیت طاری ہو جاتی اور غصہ میں سامنے والے کو بہت ڈانٹتے مگر غصہ فرو ہونے پر سامنے والے

کو بڑی محبت سے سمجھاتے اور برجستہ فرماتے کہ میں نے غصہ میں تمہیں بہت باتیں کہہ دی ہیں اور تمہیں جو تکلیف ہوئی، خدا کے واسطے مجھے معاف کردو! مجھے کچھ زیادہ غصہ آ گیا تھا مجھے معاف کردو اور شریعت کی پابندی کا خیال رکھو پھر اپنے پاس سے جتنی رقم ہاتھ میں آجاتی دیدتے اور بار بار معافی چاہتے جب تک سامنے والا ''معاف کردیا'' نہ کہہ دیتا تب تک آپ معافی مانگتے۔

آپ عدل وانصاف کے عظیم پیکر تھے کبھی کہیں سے کوئی مرید دار العلوم کے طلبہ کی دعوت کے لئے رقم بھیجتے تو پوری دیانت داری سے دعوت کا انتظام فرماتے مگر کچھ بھی اپنے یا اپنے چھوٹے بچوں کے استعمال میں نہ لیتے بلکہ مطبخ انچارج کو بھی تاکید فرماتے کہ آپ اس میں سے کچھ نہ کھائیں کہ یہ دعوت صرف طلبہ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ ناچیز کو اور تمام مسلمانوں کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں حضرت کو بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یارب العالمین

☆متھورا پوسٹ اسواری ضلع شہڈول، ایم پی

حضرت مفسر قرآن کا تقویٰ

مولانا محمد عادل نورانی★

تقویٰ انسانی زندگی کا شرف ہے۔ یہ وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کے ذریعہ باری تعالیٰ کی رضامندی اور قرب آسان ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں آیات تقویٰ کی اہمیت اور افادیت پر وارد ہوئی ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تقویٰ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے تو کہیں تقویٰ اختیار کرنے پر اجر وثواب کا وعدہ۔ اسی طرح کئی آیات ایسی ہیں جن میں تقویٰ سے روگردانی کرنے پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دنیاوی زندگی کو عارضی سمجھے گا اور اخروی زندگی میں کامیابی کی کوشش کرے گا وہی شخص متقی ہے اور کامیابی اس کا مقدر ہے۔ جو انسان باری تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کرے گا اور دنیاوی آلائش اور لہو ولعب میں مشغول رہے گا وہ شخص تقویٰ سے غافل ہے اور وہی شخص ناکام ونامراد ٹھہرے گا۔

اسلامی کردار یعنی تقویٰ کے اختیار کرنے سے ایک مسلمان کی زندگی پر بے شمار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دینی اور دنیوی زندگی میں اس کی بدولت انسانی ضمیر کو سکون وچین میسر ہوتا ہے۔ قرآن اس بات کی تائید یوں کرتا ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات، ۱۳)

اللہ کے نزدیک معزز ترین شخص وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

رسول کریم ﷺ کے ایک قول سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حقیقی شرف تقویٰ ہی میں ہے۔ آپ نے قبا کے خطبہ میں ایک بار ارشاد فرمایا ''تقویٰ عزت دِلاتا ہے اور اللہ کو خوش کرتا ہے'' امام قشیری نے تقویٰ کی وضاحت اپنے رسالہ میں اس طرح کی ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بچنے یعنی یادِ الٰہی میں ہمہ تن مستغرق ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

جلیل القدر محدث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: دنیا اور آفات دنیا سے بچنا تقویٰ ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تقویٰ ہر مشکوک چیز سے صرف نظر کرنے کا نام ہے اور یہ تعریف بھی آپ کی طرف منسوب ہے کہ بلاشبہ متقی وہ ہے جو وہ گفتگو کرے تو اُس کا کلام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، جب وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی اللہ کے لئے ہو، جب وہ ذکر کرے تو اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے دوست اور دشمن اس سے مامون ومحفوظ نہ ہوں۔ جدید علمانے قرآن مجید میں تقویٰ کے استعمال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تقویٰ کی تعریف ''احساس ذمہ داری'' سے کی ہے کہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے صحیح انداز میں نہیں نبھائے گا وہ متقی نہیں کہلائے گا۔ تقویٰ خالق اور مخلوق دونوں سے متعلق اپنے حقوق وفرائض کو سمجھنے اور حسن وخوبی کے ساتھ اس کو انجام دینے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی کامل مراعات کے ساتھ بندوں کے حسبِ درجات ان کے حقوق وواجبات کو بہترین سلیقہ سے نبھانے کا نام ہے۔

ایک مومن کی زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اسلام کی تعلیم کی خوبصورتی ہمیشہ ظاہر کی جائے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے جب تقویٰ پر چلتے ہوئے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے۔ یہی ساری صفات اولیائے کرام اور علمائے کرام میں دیکھنے کو ملتی ہیں جس کے سہارے ان کی باتیں تاثیر کا تیر بن کر دل کی دنیا بدل دیتی ہیں۔ بھٹکے ہوئے کو وہ راستے پر لے آتی ہے جب تقویٰ کی صفات پیدا ہو جاتی ہے تو لوگوں کا ہجوم دلی طور پر اُن کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو اُن کی طرف مائل کرتا ہے اور اُن کی محبتوں کو لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

مفسر قرآن کا ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوتا، جو لوگ حضرت کے ساتھ رہتے وہ سناتے ہیں کہ نمازوں کو اُن کے وقتوں پر ادا کرنے کا بڑا اہتمام فرماتے، کافی سال پیروں میں تکلیف رہی لیکن نماز کبھی نہیں چھوٹی بلکہ اول وقت میں ادا کی۔ سفر وحضر میں بھی نماز کا خاص خیال رکھتے، ایک بار مفسر قرآن ممبئی سے سورت تشریف لا رہے تھے کہ دوران سفر نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کوئی جگہ دیکھ کر نماز فجر ادا کر لی جائے لیکن گاڑی والا غیر مسلم تھا وہ نہ سمجھ پایا، گاڑی چلاتا رہا۔ جب تھوڑا وقت گزرا، گاڑی نہ روکی تو اس بندۂ خدا کو جلال آ گیا کہ وقت گزر جائے اور نماز ادا نہ ہو، جلال میں فرمایا کہ سورت نہیں جائیں گے نماز پڑھ کر یہیں سے واپس لوٹ چلیں گے۔ بس پھر کیا تھا مریدین نے فوراً گاڑی رکوائی اور سب نے نماز فجر ادا کی، نماز ادا کرتے ہی چہرہ پرسکون ہو گیا، جلال کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا، حضرت خود ہی گاڑی میں بیٹھ گئے اور سورت چلنے کا حکم دے کر فرمانے لگے، آدمی نماز کے بغیر کسی کام کا نہیں، نماز ہر حال میں اُس کے وقت پر ادا کی جائے۔ جو صاحب تقویٰ ہوتے ہیں ان کا اندازِ زندگی یہی ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کی زندگی دوسروں کے لئے مشعل راہ ہوتی ہے۔

ہماری عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ ہمارے پاس جو پانی بوتل میں بچتا ہے، ہم اُس کو پھینک دیتے ہیں اور اس کام کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ عمل بغیر کسی شک کے اسراف ہے، لیکن اللہ والے اِن بظاہر چھوٹی نظر آنے والی چیزوں سے صرف نظر نہیں کرتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے امیر وغریب کا لحاظ کیے بغیر اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بار حضرت مفسر قرآن سورت تشریف لائے تو حکیم جمال الدین صاحب جو حضرت کے بڑے چہیتے مریدوں میں سے تھے، ایک مرتبہ کہیں سے واپسی پر سیدھے حضرت سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے، ساتھ میں بوتل بھی تھا جس میں کچھ بچا ہوا پانی تھا، انہوں نے وہ پانی بلا تامل پھینک دیا، حضرت مفسر قرآن کی نظر پڑ گئی اور آپ کو اُس اسراف پر جلال آ گیا، ارشاد فرمایا کہ یہ کیا کیا؟ یہ اللہ کی نعمتوں کی بے قدری ہے۔

بات بظاہر چھوٹی سی ہے لیکن آپ تقویٰ کا اندازہ لگائیں کہ خود تو ایسے عمل سے بچتے ہیں لیکن جب مریدین کو دیکھتے ہیں کہ وہ نعمت کی اس طرح بے قدری کر رہے ہیں تو پھر اُنہیں اس بات کا احساس دلانے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ اس نعمت کی ناقدری کا بھی جواب دینا ہوگا۔ بظاہر ایسی چھوٹی باتوں کا خیال اسی کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہو جو صاحب تقویٰ ہو۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ گویا اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف تھا، اور حتی الامکان دنیا کی محبت کو دل میں جگہ نہ دی۔ خود فرماتے ہیں:

غازی بے نوا عقل دے گر خدا دل لگانے کی دنیا نہیں ہے جگہ
اس کے فتنوں سے محفوظ رکھے خدا موت ایمان پر ہو، دعا کیجئے

ان کی کن کن اداؤں کا ذکر کروں جب مفسر قرآن کو محفل میں بیٹھے دیکھا تو نظر سنت کے مطابق جھکی ہوتی، جب چلتے تب بھی یہی حال ہوتا۔ یہاں تک کہ زندگی کا آخری دور جس میں بیماری کے سبب آپ وہیل چیئر پر بیٹھے تب بھی نظر نیچی رہتی۔ جب کسی کی بات سنتے تو بڑے غور سے سنتے اور اطمینان بخش جواب دیتے، صرف سفید لباس زیب تن فرماتے، مسواک پسند فرماتے، ہمیشہ پاس رکھتے۔ شریعت کے خلاف کوئی بات سنتے تو فوراً جلال طاری ہو جاتا، کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا، نہ ہی کبھی کسی سے حسد۔ پوری زندگی دین کے کام میں مصروف رہے۔ روزانہ گھنٹوں قرآن مقدس کی تلاوت فرماتے اور اس میں غور وفکر بھی کرتے، جب بھی کہیں پروگرام کیلئے تشریف لے جاتے مریدوں کو ملاقات کا وقت دیتے، ان کی پریشانیوں کو سنتے، اُن کے لئے دعا کرتے تعویذ دیتے، مفید مشورے دیتے لیکن کبھی قیمتی تحفہ قبول نہیں فرماتے، پوری زندگی سادگی کے ساتھ گزاری۔ الغرض زندگی کی ہر ادا سنتوں والی تھی جس سے تقویٰ کا نور چھلکتا تھا۔

☆ سورت گجرات

منظر نامہ

مفسر قرآن، زاہد عصر

مولانا سید امین القادری★

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

صوفیاے کرام کے نزدیک زہد کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ نمازی، روزے دار، شب زندہ دار رہنا آسان ہے مگر زاہد بنے رہنا سب کے بس کی بات نہیں کیونکہ انسان جب تک زاہد نہ بنے اُس وقت تک اللہ کا قرب نصیب نہیں ہوتا۔ کچھ لوگوں کا تصور یہ ہے کہ زاہد وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو مگر اکابر صوفیا کی نظر میں زہد کی اُس سے بڑی منزل یہ ہے کہ انسان کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ دنیا سے بے نیاز ہو جائے اور اپنا دل یار کی محبتوں کا گنجینہ بنالے۔ کسی بزرگ کے حوالے سے حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی گئی کہ اُنہوں نے فرمایا ''زہد اُس کا نام ہے کہ ملے تو شکر کرو اور نہ ملنے پر صبر کرو'' یہ سن کر حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو ہمارے یہاں بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں پھر سائل نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک زہد کیا ہے؟ فرمایا ملے تو دوسروں کو دے دو اور نہ ملنے پر شکر کرو۔ خاندان رسالت کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ جب ملا دوسروں پر نثار کیا، اور خود فاقوں میں شکر کیا۔ اس سلسلے میں ایک خوب صورت واقعہ یاد آتا ہے کہ

عید کا دن تھا اور وہ بھی مدینہ منورہ میں، جہاں پر ہر دن عید اور ہر رات شب قدر، جب وہاں عید ہوگی تو رونق کس جوبنوں پر ہوگی اور وہ بھی اُس وقت جب آفتاب رسالت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا چاند ظاہری زندگی میں جلوہ گر ہو۔ عیدوں کی اُس عید کا اندازہ قتیلان عشق ہی کر سکتے ہیں۔ خیر اُس عید کے دن ایک غریب خاتون سیدۂ کائنات ملکہ فردوس بریں، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بارگاہ بےکس پناہ میں حاضر ہوئی، غریب عورت کی گود میں ایک بچہ تھا، جس کی عمر حسنین کریمین کی عمر سے مشابہ تھی۔ اُس عورت کے بچے کے بدن پر پھٹا پرانا لباس تھا۔ غریب عورت نے سیدہ پاک کو سلام عرض کیا، عرض گزار ہوئی بی بی! عید کے دن سلام کے بعد ایک عرضی لائی ہوں۔ سوچا آج عید کا دن آج سیدہ کے لعلوں نے نئے لباس زیب تن کیے ہوں گے۔ میرا بیٹا آپ کے شہزادوں کا ہم عمر ہے۔ جو پرانے کپڑے شہزادوں نے اتارے ہیں وہ میرے بچے کو دے دیں تا کہ شہزادوں کا اُتارا اپنے بچے کو پہنا کر عید کی خوشیاں دوبالا کروں۔ سیدہ پاک نے غریب عورت کی باتوں کو سن کر سوتے ہوئے شہزادوں کو جگایا اور اُن کے بدن سے نئے کپڑے اتار کر غریب خاتون کو دے دیا اور پرانے کپڑے شہزادوں کو پہنا دیا۔ غریب خاتون نے عرض کیا کہ میں تو پرانے کپڑے مانگنے آئی تھی آپ نے پرانے کپڑے شہزادوں کو پہنا کر نئے اتار کر دے دیے؟ سیدہ پاک نے فرمایا: ہمارے یہاں کی روایت یہی ہے۔ ہم اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ اکبر اِس طرح کے بےشمار واقعات ہیں جو خاندان نبوت کی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں اور بعد کے دور میں صوفیاے کرام نے اسی کو اُسوہ بنا کر زندگی گزاری جو اُن کی پرنور سیرت کے اوراق میں نوری کرنیں بکھیر رہے ہیں۔

بڑی مشہور بات ہے کہ پیر پیراں حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ روزانہ نیا لباس پہنتے اور ایک مرتبہ جو پہن کر اتار دیتے دوبارہ نہیں پہنتے اور اتنا قیمتی پہنتے کہ ایسا قیمتی لباس بادشاہ وقت کو بھی میسر نہیں آتا۔ اتنا قیمتی لباس روزانہ پہننے کا مطلب ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہو، مگر اس کی حکمت ہمارے بزرگوں نے یہ بیان کی ہے کہ آپ اتنا قیمتی لباس روزانہ صرف اس لئے پہنتے تھے کہ آپ پہن کر اتار دیں کہ اتنا قیمتی لباس کل کسی غریب کو پہننے کا موقع مل جائے۔ یہ خاندان رسالت کی غریب پروری ہمارے صوفیہ اور اکابر اولیاء اللہ کی غریب پروری۔ اس طرح کے بےشمار واقعات ہیں۔

اللہ والوں کی انہی جماعت میں ماضی قریب کے ایک عظیم بزرگ، ایک عظیم ہستی، عالم ربّانی، مفسر قرآن، داعی اسلام حضرت علامہ سید غازی ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات ہے جو اسم بامسمّی بھی ہیں اور صوفی باصفا بھی، عالی گھرانہ وہ بھی سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ہوتا ہوا، رسول اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ مفسر قرآن کی شخصیت بہت سی خوبیوں کی حامل تھی۔ وہ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ اخلاق کے لئے

اسوہ، اتنے عظیم عالم دین، شیخ طریقت اور اتنے بڑے گھرانے کے فرد ہونے کے باوجود انتہائی سادہ مزاج، اصاغر نواز اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ قرآن مقدس میں ڈوبی ہوئی ایک شخصیت تھی۔ جن لوگوں نے اُن کے خطابات سنے ہیں اُن کی محفل میں بیٹھے ہیں وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمیشہ اُن کی خطابت ہو یا نجی محفل وہ قرآن مقدس کی آیات سے مزین گفتگو فرماتے اور ایک ایک خطاب میں کئی کئی آیتوں کی تفسیر قرآن بالقرآن کے جلوے اُن کے خطابات میں زیادہ تر دیکھے جاتے۔

مفسر قرآن کی ایک سب سے بڑی خوبی جو اُن کے معاصرین میں آپ کو ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی محفلیں ہمیشہ غیبت سے پاک رہا کرتی تھیں۔ جن لوگوں نے چالیس چالیس سال تک آپ کی صحبت میں وقت گزارا، وہ اس بات کو بقسم بیان کر سکتے ہیں کہ حضرت کی محفل میں کبھی کسی اہل ایمان کی غیبت نہیں سنی گئی۔ اہل فہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج کے دور میں ایسے لوگ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سنا کہ ''اللہ نعمان کو ضرور بخش دے گا'' سائل نے پوچھا کہ اتنے یقین سے آپ یہ بات کہہ رہے ہیں کوئی خاص وجہ؟ تو فرمایا: میں نے اپنی زبان سے زندگی میں کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ مفسر قرآن علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے امام، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مصداق ہیں کہ آپ کی زبان ہمیشہ اپنے معاصرین کی غیبت سے محفوظ رہی اور اکابرین کے حوالے سے انتہائی مؤدب اور جچی تلی گفتگو آپ کا عظیم وصف تھا۔

آج کل اگر کسی کے تھوڑے بہت چاہنے والے ہوجائیں تو انسان فوراً اپنا اپنے گھر اور بچوں کی فکر کرنے لگتا ہے اور موقع کا فائدہ اٹھا کر سوچتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ میں اپنے گھر والے اپنے بچوں کے لئے کچھ بنالوں۔ اگر نیت اچھی ہو تو یہ چیز بری بھی نہیں مگر ''جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے'' مفسر قرآن کے مریدین پورے ہندوستان میں ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن میں غریب بھی ہیں اور بہت بڑے مالدار حضرات بھی حضرت سے وابستہ رہے مگر حضرت نے اپنی زندگی میں اکثر مسجد کے حجروں میں قیام فرمایا۔ آپ کی نگاہ مریدوں کی جیب پر نہیں بلکہ مریدوں کے دل پر ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اپنے مریدوں کے کردار اور دل پر وہ نگاہ رکھی کہ آج حضرت کے اکثر مریدین باعمل ملیں گے۔

میرے رفیق دعوت حضرت مولانا حافظ امین رضوی صاحب (نگراں سنی دعوت اسلامی) نے مجھے بتایا کہ حضرت نصف صدی سے زیادہ سورت آتے رہے اور اکثر حضرت سیکنڈ کلاس سے ٹرین سے سفر فرماتے ہوئے سورت تشریف لاتے۔ ممبئی، سورت اور ان جیسے بہت سے علاقوں میں بلکہ پورے ہندوستان میں آپ نے مہینے مہینے خطابات فرمائے مگر کبھی کسی سے نذرانے کا سوال تک نہیں کیا۔ بے شمار علاقے ایسے ہیں جہاں لوگ اپنے آپ کو سنی کہنے میں خوف محسوس کرتے، ایسے علاقوں میں بھی حضرت نے مہینوں قیام فرما کر علاقہ کا نقشہ بدل دیا۔ انسان آج کل جہاں سہولت نہیں ہوتی بلانے والے معقول انتظام نہیں کر پاتے وہاں ایک مرتبہ جانے کے بعد دوسری مرتبہ نہیں جاتا مگر مفسر قرآن پر قربان انتظامات چاہے جیسے ہوں آپ کی نگاہیں انتظامات پر نہیں بلکہ اپنے مقصد پر رہا کرتیں اور آپ جس علاقے میں گئے اُس علاقے میں آپ نے نقشہ بدل دیا۔ یہ کام کوئی اہل زبان نہیں بلکہ کوئی اہل دل ہی کر سکتا ہے۔

جن لوگوں نے آپ کا کمرہ آپ کے وطن میں دیکھا ہے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ خستہ حال روم میں ایک تخت پر پوری زندگی گزار دی۔ حالانکہ ایسے اہل محبت بھی تھے کہ اگر ایک اشارہ ہوجاتا تو باندہ میں قابل دید عمارت قائم ہوجاتی مگر نہیں، اپنے لئے کچھ بنانے کی بجائے اللہ کے دین کے لئے مدارس، مکاتیب، اسکول، کالج تک قائم کیا جیسے باندہ شریف کی سرزمین پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ایسے موقع پر مجھے امیر محترم حضرت علامہ شاکر علی نوری صاحب قبلہ کا ایک جملہ یاد آتا ہے آپ اکثر فرماتے ہیں کہ ''سچے پیر کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو خود سے نہیں بلکہ خدا سے قریب کردیتا ہے''، راقم کو یہ صفت جن بزرگوں میں نظر آئی اُن میں سے ایک حضرت مفسر قرآن بھی تھے۔

آپ کے زہد کے حوالے سے بہت سے واقعات اس وقت ذہن میں آرہے ہیں لیکن ایک خوب صورت سا واقعہ جو میرے بڑے بھائی برادر عزیز شہزادۂ مفسر قرآن حضرت ڈاکٹر سید محمود بھائی جان نے مجھے سنایا۔

آپ کے وصال کے بعد جب سب بھائیوں کے سامنے آپ کے سامان کی پیٹی کھولی گئی تو اُس میں پہننے کے چار جوڑے تھے۔ جب گھر کی

کسی خاتون سے پوچھا گیا کہ ابا جان کے مزید کپڑے کہاں ہیں؟ کیوں کہ کچھ لوگ بطورِ تبرک حضرت کی نشانی طلب کر رہے ہیں تو گھر سے جواب ملا: اتنے ہی کپڑے ہیں، محمود بھائی جان نے فرمایا: میں نے کچھ دنوں پہلے گرمی کے کپڑے بنوائے تھے وہ سب کیا ہوئے؟ تو بتایا گیا کہ حضرت کا معمول تھا کہ جب کبھی نئے کپڑے آتے تو اپنے پرانے کپڑے ضرورت مندوں میں جوڑوں تقسیم کر دیا کرتے۔ حضرت چار جوڑوں سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ اس بات سے جہاں آپ کی زاہدانہ فکر پر روشنی پڑتی ہے وہاں اخلاص بھی کسی درجہ کا اجاگر ہوتا ہے کہ آج کل عمل کرنے والا انسان یہ چاہتا ہے کہ میرے عمل کی تشہیر ہو جیسا کہ حضرت مفتی اعظم کا شعر ہے

نفس بد کار نے اس پر یہ قیامت توڑی
عمل نیک کیا بھی تو چھپانے نہ دیا

لیکن حضرت مفسر قرآن کے اخلاص کو کیا نام دیا جائے، آپ نے جو لباس تقسیم کیے اُس کا علم اپنے خود کے بیٹوں کو تک ہونے نہیں دیا۔ اِس طرح کے بے شمار واقعات ہیں لیکن طوالت کا خوف بھی ہے دل تو خوب لکھنا چاہتا ہے۔

ہمارے قارئین باتمکین اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں کوئی قلم کار نہیں مگر میرے بڑے بھائی کرم فرما حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمود ربّانی صاحب نے مدینہ منورہ میں گفتگو کے دوران مجھ سے فرمایا کہ ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ''ماہنامہ کنز الایمان دہلی'' میں خصوصی شمارہ شائع ہونے جا رہا ہے تو میں نے بھی چند سطور اِس امید پر ہمت کر کے لکھ دیا کہ میرے لئے کفارۂ سیئات ہو جائے اور قبولیت کا شرف ملے اور مفسر قرآن کے مداحوں میں میرا بھی نام درج ہو۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مفسر قرآن کے مرقد انوار پر رحمت و نور کی چھما چھم بارش فرمائے اور ان کے تمام صاحبزادگان جو اُن کے علم، عمل، تقوی اور اخلاص کی چلتی پھرتی تصویر ہیں سب کو سلامت با کرامت رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ وا کمل التسلیم

☆ نگراں سنی دعوت اسلامی، مالیگاؤں، مہاراشٹر

بزم ادب

سید غازی ربّانی کی نعتیہ شاعری

مولانا نور سعید مرکزی★

اردو ادب میں فن شاعری کو ایک الگ مقام حاصل ہے جو اپنے آپ میں ممتاز ہے،اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے بڑے بڑے پیشواؤں اور رہنماؤں نے اس کے ذریعے اپنی سوزش عشق کا اظہار کیا ہے اور بہت سے شعراء نے اس کے ذریعے دین کا پیغام دوسروں تک پہنچایا۔ یہ امر مسلم ہے کہ شاعر کے اندر محبوب سے جتنی وابستگی ہوتی ہے شاعری میں بھی اتنا ہی نکھار آتا ہے، کیونکہ وہ اپنی شاعری میں یا تو وہ اپنے محبوب کی اداؤں کو بیان کرتا ہے یا، اپنے والہانہ عشق کو اشعار کی صورت میں پیش کرتا ہے اور جب عشق حقیقی ہو وہ بھی ایسی ذات سے جس کی کوئی نظیر نہیں، دنیا کا حسن جس کے حسن کا صدقہ، چودھویں کے چاند کی چمک جس کے رخ انوار کے سامنے ماند، چاند اور سورج کی ضیاباریاں جس کے تلوؤں کی چمک کا عطیہ، جس کی زلف معتبر **واللیل اذا یغشی** کی ترجمانی، جس کا چہرہ **والشمس والقمر** کا مصداق، جس کا حسن تبسم اور مسکراہٹ **والنجم** کی تفسیر، جس کا سراپا نور، جس کے قد و قامت، لب و رخسار و رنگت پر سرو و لالہ بھی شرما جائیں تو اس وقت الفاظ نہیں بلکہ عشق گویا ہوتا ہے اور خیال کی جگہ حقیقت بولتی ہے۔

حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان ایکسویں صدی کے اہم ترین شخصیات میں سے رہے، آپ نے جہاں دیگر علوم وفنون میں مہارت حاصل کی وہیں ایک عظیم شاعر ہونے کا بھی کردار نبھایا۔ آپ کی شاعری کا مدار عشق رسول ہے۔اس لئے ان کی پوری شاعری عشق رسول کی غمازی کرتی ہے۔انہوں نے محبوب حقیقی سے بھرپور عشق کیا، اس لئے ان کی شاعری میں احساس جمال، جہاں آرا، تصورِ حسن اور ان کے محبوب کا عکس نظر آتا ہے کیونکہ ان کا محبوب کوئی خیالی محبوب نہ تھا بلکہ وہ نور کا منبع ہے اور ان کا محبوب صرف روشنی ہی نہیں بلکہ سراپا خوشبو اور رنگ و بو کا پیکر بھی ہے۔

درحقیقت ان کی شاعری سوز و گداز اور عشق رسول کی ترجمانی ہے، انھوں نے اپنے اندر کے عشق رسول کو شاعری کے سانچے میں ڈھال دیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا تصورِ جاناں خیال کے پردے سے نکل کر شعر کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔فرماتے ہیں:

کس کی ابرو پہ دو جہاں ہے نثار
قاب قوسین کی ثنا ہے کون
دل ہے صدر شک عرش و خلد بریں
میرے دل میں سما گیا ہے کون
جاں ننھی سی سہی حوصلۂ دل کی قسم
ان کو آنکھوں میں بٹھا لائیں گے ان شاء اللہ

(فردوس تخیل: ص، ۱۶، ۱۷)

ان کی شاعری کا اکثر حصہ دیارِ محبوب سے دوری کے رنج وغم کو اجاگر کرتا ہے کہ ایک عاشق صادق کا دل کس طرح محبوب کی فرقت میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:

طبیعت میری جنت میں بھی گھبرائی تو کیا ہوگا
مدینہ کی دلِ مضطر کو یاد آئی تو کیا ہوگا
کھبے ہیں چشم وحشی میں مناظر دشتِ طیبہ کے
تیری جنت بھی اے رضواں نہ راس آئی تو کیا ہوگا
آتش عشق سے جل جائے دل خانہ خراب
خانۂ حسن تو آباد رسول عربی ﷺ
بعد مردن مِرے لاشے کو مدینہ ہو نصیب
میری مٹی نہ ہو برباد رسول عربی ﷺ
دل میں ان کا درد اُن کا تڑپنا مرا نصیب
کیسے مزے کی دین ہے پروردگار کی
سگِ مسکین ترا غازیؔ بہت رنجور ہے آقا
بلا کر اپنے در پہ کیجئے شاداں یا رسول اللہ

کمال فن:

تشبیہات اور استعارات، جملے کی بندش اور وابستگی تقریباً ہر شعر کے لئے جوہر خاص اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے، حضرت غازی ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تشبیہات واستعارات کو بالکل سادہ انداز میں برتا ہے جس کو ہر انسان بحسن وخوبی سمجھ سکتا ہے اور الفاظ کی بندش کا اندازہ اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے:

جھم جھم برستے بادل — نم نم ہوا کے جھونکے
زم زم خدا کی رحمت — یم یم ہیں ندی نالے
رم رم نسیم سحری — تھم تھم کرم کے جھالے
خم خم گلوں پہ — چم چم یہ شبنمی ستارے
فضیان مصطفیٰ ہے صلِ علیٰ محمد (فردوس تخیل: ۶)

ان کے اشعار کو پڑھتے ہوئے نہ کہیں شکستگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے بلکہ ایک عجیب سی سنجیدگی اور ٹھہراؤ ملتا ہے جو دل کو غم والم سے دوچار ہونے کے باوجود فرحت ونشاط بخش دیتا ہے اور دل تمام تکالیف کو پرکھ کر خیال یار میں گم ہو جاتا ہے، ان کی شاعری پڑھنے کے بعد احساسات وجذبات، افکار وخیالات میں ایک خاص قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کو تجلّیِ عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہ کہنا درست ہوگا کہ اُن کی شاعری بہت حد تک فنی نقائص وعیوب سے منزہ اور صاف ستھری اور ہر قسم کے کمالات سے بھرپور ہے۔

حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی نعت لکھ کر فن شاعری کو زینت بخشی ہے، اس کے لئے ان کی نعتیہ تصنیف ''فردوس تخیل'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی گرفت زبان وقلم پر کس قدر مضبوط تھی، کیونکہ گھر بنانے والے معمار کے کمال کو پرکھنے کے لئے اس کو دیکھنا یا ملنا ضروری نہیں بلکہ گھر کا حسن وجمال اور اس کی صنعت بتا دیتی ہے کہ معمار کتنے کمال کا ہے۔

تشبیعی کلام:

حضرت سید غازی ربّانی علیہ الرحمہ نے جہاں عشق رسول سے لبریز کلام کہے ہیں وہیں قوم کو بیدار کرنے والے اشعار بھی کہے ہیں جو منجمد خون میں بالیدگی، روح میں تازگی اور دل میں نئے احساسات وجذبات پیدا کر دیتے ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک کلام کے کچھ اشعار لکھے جا رہے ہیں:

وہ قوم جس کو کہ احساس بیش و کم نہ رہا
تو اُس کے مٹنے کا دنیا کو کوئی غم نہ رہا
متاع پیرویِ مصطفیٰ جو گم کر دی
تو پھر قیامت عالم کا تجھ میں دم نہ رہا
درِ خدا پہ جھکانا جو سر کا چھوڑ دیا
ترے حضور میں دنیا کا سر بھی خم نہ رہا
بھٹک کے قصر مذلّت میں گر گیا آخر
وہ کارواں جو محمد کے ہم قدم نہ رہا
سلف کی عظمت کردار جن میں آ نہ سکی
تو اُن کے مرنے کا غازیؔ کسی کو غم نہ رہا
(فردوس تخیل: ص، ۴۴)

خلاصہ یہ کہ ان کی نوک قلم سے نکلے ہوئے ایک ایک شعر میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا عکس جمیل اور اُن سے والہانہ محبت کی دلیل موجود ہے جو متاع حیات اور سرمایۂ نجات بھی ہے، ان کے سینے میں عشق رسول کا شعلہ کس طرح سلگ رہا تھا، وہ تو وہی جانیں ہم تو بس اُن کے اشعار سے اِس بات کا خیال اور تصور ہی کر سکتے ہیں اور خود کو محظوظ کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ہم عشق میں جینے کا مزہ مانگ رہے ہیں — دردِ غم محبوب خدا مانگ رہے ہیں
گلزارِ جناں عابد وزاہد کو مبارک — عشاق مدینے میں جگہ مانگ رہے ہیں
مجھ کو جینے کا یا رب مزہ چاہیے — دل کو دردِ غمِ مصطفیٰ چاہیے
جب مدینے کی یاد آتی ہے — روح مومن کی چین پاتی ہے
لطف جینے کا تھا مدینے میں — اب تو جینے میں موت آتی ہے

کیا جانے یہ کون سی منزل ہے کہ جس میں
خود ڈھونڈتی ہے مجھ کو تمنا کئی دن سے
اے یادِ مدینہ تجھے سو گند نبی کی
کیوں دردِ جگر اب نہیں اٹھتا کئی دن سے
کیا دیکھ لیا غازیؔ مشتاق نظر نے
کھلتی نہیں اب چشم تمنا کئی دن سے
(فردوس تخیل: ص، ۱۴، ۴۲)

☆☆☆

☆ خادم التدریس، دار العلوم انوار رضا نوساری، گجرات

بزم سخن

منقبت در شان مفسر قرآن

ہیں آل مصطفیٰ اولاد حیدر غازی ربّانی
جمال حضرت شبیر و شبر غازی ربّانی

سماء عبد رب کے مہر انور غازی ربّانی
چمک جائے ہمارا بھی مقدر غازی ربّانی

جو ہو جائے تمہارا بندۂ در غازی ربّانی
وہ بن جائے مقدر کا سکندر غازی ربّانی

ہمارے سید و سرکار سرور غازی ربّانی
سدا ہو آپ کا فیضان ہم پر غازی ربّانی

مفسر متقی شیخ طریقت غازی ربّانی
فیوض غوث جیلانی کے مصدر غازی ربّانی

سنائی آپ نے تفسیر قرآں ساٹھ سالوں تک
ہے کتنا تم پہ فیضان رب اکبر غازی ربّانی

ہمیں بھی فیض روحانی سے مالا مال کر دیا
ہو تم فیضان ربّانی کے مظہر غازی ربّانی

دعا کروائی تم سے تاجدار اہل سنت نے
تمہارا ہاتھ لے کر اپنے سر پر غازی ربّانی

بہتر سال عشق پنج تن کا وعظ فرمایا
کہ اہل کربلا بھی تھے بہتر غازی ربّانی

ہو دنیا میری خوشتر آخرت بھی ہو میری خوشتر
تم ہی نے نام رکھا میرا خوشتر غازی ربّانی

نتیجۂ فکر

مولانا سید خوشتر ربّانی، سجادہ نشین حضرت مخدوم ربّانی، صدر اعلیٰ مرکزی دار العلوم ربانیہ باندہ (یوپی)

منقبت در شان مفسر قرآن

اہل وفا کے عشق کا قبلہ سید غازی ربّانی
طیبہ کا نورانی جلوہ سید غازی ربّانی

عشق و عقیدت کا اک محور قلب لگائے جس کا چکر
تم ہو حریم دل کا وہ کعبہ سید غازی ربّانی

فیض علی تم پر ایسا ہے دنیا نے برسوں دیکھا ہے
قرآں کی تفسیر کا جلوہ سید غازی ربّانی

ٹیٹا گڑھ قسمت کا دھنی ہے اس کی بھی تقدیر بنی ہے
جب سے ہے چوما تیرا تلوہ سید غازی ربّانی

ناز سخاوت تیرا گھرانہ بانٹتے ہو طیبہ کا خزانہ
دے دو ہمیں حسنین کا صدقہ سید غازی ربّانی

ذہن پہ اک نقشہ چھاتا ہے دیکھ کے تم کو یاد آتا ہے
مجھ کو حسین پاک کا سجدہ سید غازی ربّانی

نورِ نبی جس میں رہتا ہے جلوہ رب جس میں بستا ہے
دل ہے ترا یا عرش معلیٰ سید غازی ربّانی

علم کی ایسی بستی بسائی پیار کی ایسی شمع جلائی
نازکرے گا تم پر باندہ سید غازی ربّانی

شیطنیت پرتول رہی ہے ہند کی کشتی ڈول رہی ہے
مل جائے اس کو بھی کنارہ سیدغازی ربّانی

نورِ سیادت سے یہ منور محمود العلماء کا پیکر
تم نے تراشا ہے یہ ہیرا سید غازی ربّانی

تم ہو سراپا جو دو سخاوت عاصیؔ پر ہو چشم عنایت
یہ بھی تمہارا ہے اک منگتا سید غازی ربّانی

(مولانا) مفتی محمد طاہر مصباحی عاصی کولکاتہ مغربی بنگال

ہم عصر علمائے دین جن کی سرپرستی اور حمایت حاصل رہی

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ، بریلی شریف

(۲) حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۳) برہان ملت حضرت مولانا شاہ محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ (۴) مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن عباسی رئیس اڑیسہ، دھام نگر علیہ الرحمہ (۵) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ، بریلی شریف (۶) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ، جمشید پور (۷) پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ، الہ آباد

آپ کی مطبوعہ کتابیں جن کا مطالعہ ہمارے لئے اہم ہے

(۱) ملفوظات مفسر قرآن (اردو) مرتب سید محمود ربّانی، مکتبہ انوار ربّانی وفیضان ربّانی کمیٹی سورت ۲۰۱۲ء (۲) بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل (اردو) مکتبہ ربّانی علی گنج باندہ ۱۳۸۸ھ (۳) فردوس تخیل (مجموعہ نعت) مکتبہ ربّانی علی گنج باندہ ۲۰۱۷ء (۴) سرکار ربّانی (اردو) ۵۔ تبرکات ربّانی (اردو) (۵) اسلامی سکشا (ہندی) (۷) ارکان خمسہ (ہندی) (۶) قانون شریعت سے اسلامی عقائد (ہندی) (۷) بزرگان دین کے جیون کی جھلکیاں (ہندی) (۸) پیغمبر اسلام کے تاریخی پریچے (ہندی)

نیاز فاتحہ سے متعلق حضرت مفسر قرآن کا پیغام

’’اکثر مسلمان فاتحہ دینے یا نہ دینے کے بارے میں بعض اوقات عجیب وغریب باتیں کرنے لگتے ہیں جن کو سن کر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کوئی تشنہ تشریح مسئلہ ہے جس کے لئے عامۃ المسلمین کے دل ودماغ مطمئن نہیں ہو سکے ہیں۔ مثلاً کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ فاتحہ دلانا حرام ہے، شرک ہے، بدعت ہے، ناجائز ہے اور کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ ارے! یہی تو اصل میں سنیوں کی پہچان ہے، یہ قطعی جائز ہے، جو وہابی ہوگا وہ کبھی فاتحہ نہیں دِلا سکتا ’’مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود‘‘ وغیرہ پھر بعض حضرات اس قدر فاتحہ پڑھتے ہیں کہ لوگوں کو اُن کو چڑانے میں مزہ آنے لگتا ہے اور بعض اوقات یہ چڑ کسی جھگڑے فساد تک جا پہنچتی ہے اور دوسری طرف فاتحہ پسند حضرات اس میں اس قدر غلو اور اہتمام فرمانے لگتے ہیں کہ جیسے یہ فاتحہ فرائض اسلامی کا کوئی اہم ترین جز ہے کہ جس کے چھوڑنے سے شاید اسلام ہی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ بعض بے علم تو فاتحہ میں اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ کھانے والوں کے ہاتھ دھلانے کے بعد اس پانی کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں کہ کہیں کسی کا پیر نہ پڑ جائے۔‘‘

(بدعت فاتحہ اور اس کے مسائل، ص: ۳)

ادب اور بے ادبی

’’ادب ہی وہ عظیم اسلامی نعمت ہے کہ جس کے حاصل ہو جانے کے بعد سارے حسنات قابل قبول ہو جاتے ہیں اور بے ادبی وہ جرم عظیم ہے جو سارے حسنات واعمال صالحہ کو ایک لمحہ میں غارت کر دیتا ہے، اس لئے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیق ادب۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب (ملفوظات مفسر قرآن، ص: ۲۴)

’’آج کل عورتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھ دار نظر آنے والے بعض مسلمان اپنی اہلیہ کو خوش رکھنے میں اس قدر مطیع وفرماں بردار نظر آتے ہیں کہ ان کی غیرت مردانہ کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ اچھے برے ہر قسم کے مردوں کے درمیان اپنی بیوی کو بے حجاب لے جانا اور خود جوان بیگم کا آراستہ پیراستہ لباس اور بناؤ سنگھار کے ساتھ مردوں کے جلسے ومجمع کے سامنے تشریف لانا جیسے وہ اپنی شوہر کے خلوت خانے جا رہی ہو۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔ شرم وحیا کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔

(ملفوظات مفسر قرآن، ص: ۱۲۶)